سہ ماہی

پیشوا انٹرنیشنل لندن

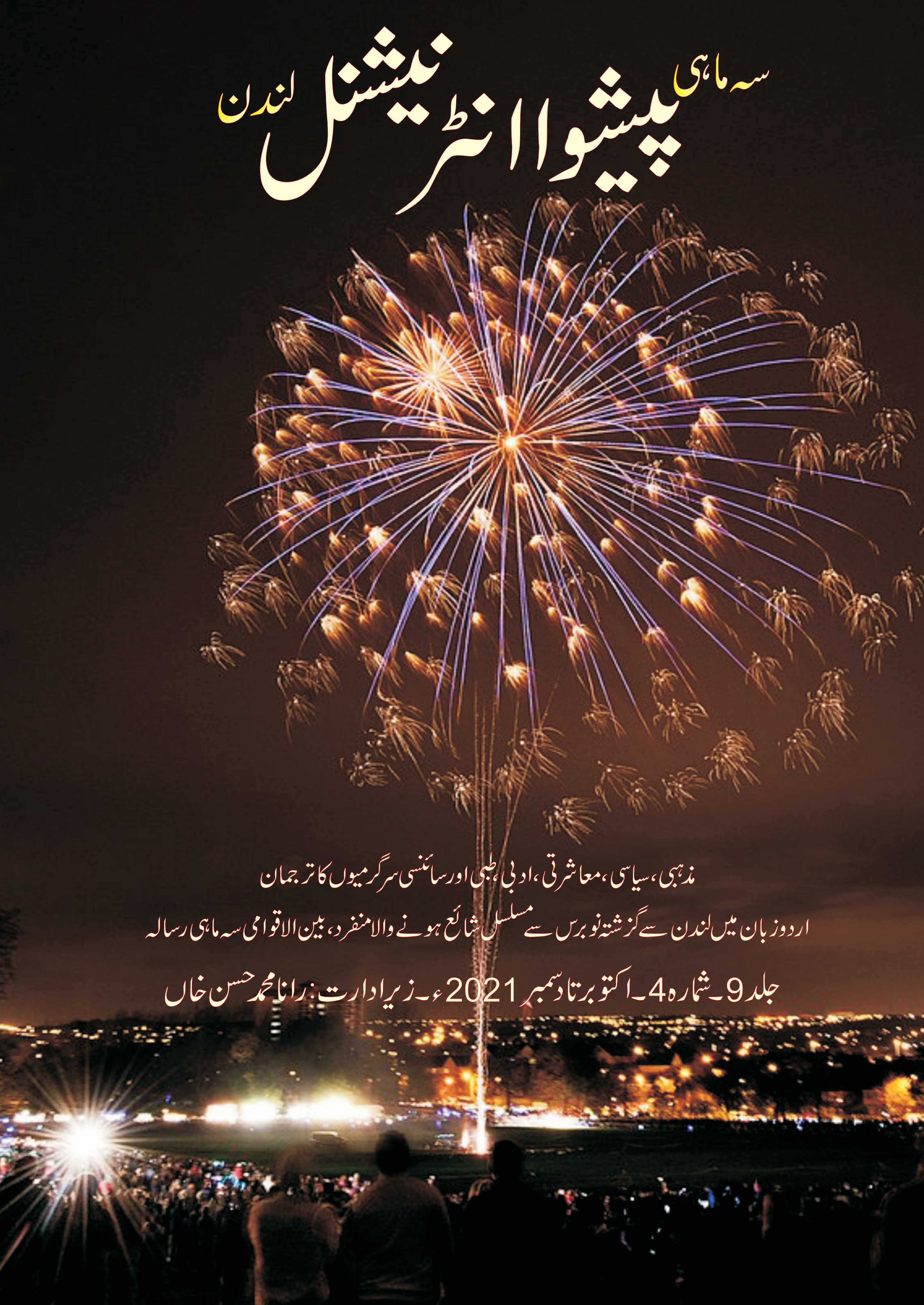

مذہبی، سیاسی، معاشرتی، ادبی، طبی اور سائنسی سرگرمیوں کا ترجمان

اردو زبان میں لندن سے گزشتہ نو برس سے مسلسل شائع ہونے والا منفرد، بین الاقوامی سہ ماہی رسالہ

جلد 9۔ شمارہ 4۔ اکتوبر تا دسمبر 2021ء۔ زیرادارت: رانا محمد حسن خاں

RH DREAM EVENTS LIMITED

TEL: 020 3674 7909 MOB: 077 9299 8973

- Venue Hire
- Decoration
- Catering
- Cutlery & Crockery
- Service Staff

BEST OFFER BEST OFFER BEST OFFER BEST OFFER BEST OFFER BEST OFFER

Package Price

- Event Management
- Cinematic Videography
- Photography
- DJ-Dhoolchi
- Chauffeur Service

2 London Road, SM4 5BQ Morden - Surrey
Tel. 020 3674 7909 - Mob. 077 9299 8973 (Mon-Fri 10:00 - 17:00)
Email: info@rhacs.co.uk - Web: www.rhdreamweddings.com

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

چیف ایڈیٹر رانا محمد حسن خاں

نائب ایڈیٹر محمد ثاقب رشید مارکیٹنگ مینیجر رانا عبدالصمد خاں سرورق محمد سلیم انصاری

خصوصی تعاون آر۔ ایچ ایکسیڈنٹ کلیم سروسز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

اس شمارہ میں

آیت قرآن الحکیم۔ حدیث النبیؐ۔ مشعل راہ 2
اداریہ "انتہا پسندی کے ٹائم بم" 3
قرآن مجید اور مقدس احادیث کی روشنی میں مسلمان کون ہے؟ 5
"جھوٹے علم و تقدس کے چہرہ سے نقاب نوچنا ہوگا" 8
"ہوئے تم دوست جس کے" 9
حضرت محمد ﷺ کا عشق قرآن 11
جیرے پہلوان کی بیٹی!! 13
اب قیامت آلینے دیجیے!!! 15
مسلمان ریاستوں میں اقلیتوں کی حالت زار (قسط 17) 18
خوابوں کے جزیرے (افسانہ) 21
"انتہا پسندی نے سوچ کی تمام راہوں کو بند کر دیا ہے" 22
"بلا تبصرہ" 23
بھیڑ بکریوں کا ریوڑ اور بھیڑیے! 25
تعلیمات پیغمبر اسلام، ہم اور ہمارا ملک و معاشرہ 26
Guy Fawkes Day اور سانحہ پشاور کی برسی 28
قائد کی رُوح ہم سے مل کر کتنی شرمندہ ہوگی؟؟ 29
چلتے ہو تو بہاماز چلو !!(سفرنامہ) 31
ہومیو پیتھک نُسخہ جات (برائے درد بدن و جوڑ) 35
شمائل نبوی ﷺ (آنحضرت ﷺ کی صداقت شعاری، امانت و دیانت اور ایفائے عہد) قسط ۱۵ 37
آوارگانِ دشتِ خار (قسط 26) اقبال اور اسلامی معاشرہ، بے گناہ کو جلانے سے زیادہ گستاخی کیا ہوگی؟، تبلیغی جماعت دہشتگردی کا دروازہ، جب تک مَیں زندہ ہوں!!، "ہیلو" کہنے کو حرام قرار دے دیا، مدیر زمیندار اور انگریز، مسجد، مزار اور قبرستان سمیت غیر قانونی تعمیرات گرانے کا حکم۔ 40
پانی زیادہ پینا چاہیئے، لیکن کتنا زیادہ؟ 43
شعر و شاعری۔ مدثر احمد نقاشؔ، میر حسنؔ، ڈاکٹر طارق انور باجوہ، مادھوجھا، نیلم ربابؔ صاحبہ، سوہن راہیؔ، راجہ محمد یوسف خان، بشارت سکھیؔ صاحبہ، انور شعورؔ، منیرؔ باجوہ، مسرور شاہ جہاں پوری، منظور احمد بزمیؔ، چکبست برج نرائن، ممتاز احمد ممتازؔ، مضطرؔ خیرآبادی، رانا محمد حسنؔ 46
سرگودھا کی الوداعی یادیں!! 51

PESHWA MAGAZINE INTERNATIONAL

E-mail. peshwaltd@gmail.com

2.London road Morden Surrey SM4 5BQ. UK

قیمت فی شمارہ 1 پاؤنڈ ... سالانہ ممبرشپ فیس برطانیہ 14 پاؤنڈ یورپ 18 یورو آسٹریلیا و امریکہ 25 پاؤنڈز

www.peshwa.co.uk

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

القرآن الحکیم : یٰبَنِی اٰدَمَ اِمَّا یَاۡتِیَنَّکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡکُمۡ یَقُصُّوۡنَ عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِیۡ فَمَنِ اتَّقٰی وَ اَصۡلَحَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡھِمۡ وَ لَا ھُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ .وَ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَ اسۡتَکۡبَرُوۡا عَنۡھَا اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ھُمۡ فِیۡھَا خٰلِدُوۡنَ. (سورۃ الاعراف۔آیات ۷۲،۷۳)

(ترجمہ) ’’ اے ابنائے آدم! اگر تمہارے پاس تم میں سے رسول آئیں جو تم پر میری آیات پڑھتے ہوں تو جو بھی تقویٰ اختیار کرے اور اصلاح کرے تو ان لوگوں پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور وہ غمگین نہیں ہوں گے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے ہمارے نشانات کو جھٹلا دیا اور ان سے تکبر سے پیش آئے یہی وہ لوگ ہیں جو آگ والے ہیں۔ وہ اس میں لمبا عرصہ رہنے والے ہیں۔‘‘

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم : حضرت عثمانؓ سے روایت ہے رسول خُدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

من مات وھو یعلم انہ لا الہ الا اللّٰہ د خل الجنۃ. (مسلم جلد ا صفحہ ۴۱)

’’جو اس یقین اور ایمان پر مرا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ جنّت میں داخل ہوا۔‘‘

مشعل راہ : اسامہ بن زیدؓ بیان فرماتے ہیں ’’کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جُہینہ قبیلے کے نخلستان کی طرف بھیجا۔ ہم نے صبح صبح اُن کے چشموں پر ہی اُن کو جالیا۔ میں نے اور ایک انصاری نے ان کے ایک آدمی کا تعاقب کیا۔ جب ہم نے اُس کو جالیا اور اسے مغلوب کرلیا تو وہ بول اُٹھا **لا الہ الا اللّٰہ** (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) اس بات سے میرا انصاری ساتھی اُس سے رُک گیا لیکن مَیں نے اُس پر نیزے کا وار کرکے اُسے قتل کر دیا جب ہم مدینہ واپس آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اِس بات کا علم ہوا تو آپؐ نے فرمایا اے اُسامہ کیا **لا الہ الا اللّٰہ** پڑھ لینے کے باوجود تم نے اُسے قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ صرف بچاؤ کے لیے (یہ الفاظ) کہہ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہ دُہراتے جاتے تھے یہاں تک کہ میں نے تمنّا کی کہ کاش آج سے پہلے مَیں مسلمان ہی نہ ہوتا۔۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبکہ اُس نے **لا الہ الا اللّٰہ** کا اقرار کرلیا پھر بھی تُو نے اُسے قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اس نے ہتھیار کے ڈر سے ایسا کہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیوں نہ تُو نے اُس کا دِل چیر کر دیکھا کہ اُس نے دِل سے کہا ہے یا نہیں۔ حضورؐ نے یہ بات اتنی بار دُہرائی کہ میں تمنّا کرنے لگا کہ کاش میں آج مسلمان ہوا ہوتا‘‘۔ (بخاری کتاب المغازی باب بعث النبی اُسامۃ بن زید الی الحرقات من جھینۃ صفحہ ۶۱۲) (مرسلہ: انا ثمرین صاحبہ۔لندن)

’’مقداد بن عمرو کندیؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، آپؐ مجھے بتایئے اگر میں کسی کافر سے لڑوں اور ہم خوب لڑیں اور وہ میرا ایک ہاتھ تلوار سے اُڑا دے اور پھر مجھ سے (ڈر کر) ایک درخت کی پناہ لے لے اور کہے کہ میں خدا پر (ایمان اور) اسلام لے آیا، اُس کو اِس اقرار کے بعد ماردوں۔ آپؐ نے فرمایا اس کو مت مارو۔ مقدادؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اُس نے میرا ہاتھ کاٹ دیا ہے، پھر کاٹنے کے بعد یہ کلمہ کہا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اُسے ہرگز نہ مارو، اگر تُو نے اُسے مار دیا تو وہ تیری جگہ شمار ہوگا جیسا کہ تُو اُس کے مارنے سے پہلے تھا اور تُو اُس کی جگہ شمار کیا جائے گا جیسے وہ اس کلمہ کے کہنے سے پہلے تھا۔‘‘

(بخاری جلد ۲ پارہ ۱۶ صفحہ ۳۰۳ حدیث نمبر ۱۱۸۲ کتاب المغازی۔ بحوالہ شریعت یا جہالت صفحہ ۶۸)

”ادا ریہ　　　انتہا پسندی کے ٹائم بم“

۳ دسمبر بروز جمعہ سیالکوٹ میں ایک ایسا المناک سانحہ پیش آیا جس کے بعد ہر اہل دل پاکستانی کا سر شرم سے جھک گیا ہے اور ہر باضمیر انسان اشکبار ہے۔ پریا نتھا کمارا کو لبیک یا رسول اللہ کے نعرے لگاتے ہوئے مشتعل ہجوم نے بدترین تشدد کر کے جان سے مار کر اس کی لاش کو جلا کر خاکستر کر دیا تھا۔ گزشتہ دنوں فواد چودھری نے سری لنکن شہری پریا نتھا کمارا کے بہیمانہ قتل پر کہا تھا کہ ”ہم نے جو انتہا پسندی کے ٹائم بم نصب کیے ہیں وہ پھٹ رہے ہیں، ریاست پر انتہا پسند حاوی ہیں۔ ہم نے معاشرے میں ٹائم بم لگا دیے ہیں، ان بموں کو ناکارہ نہ کیا تو وہ پھٹیں گے نہیں تو اور کیا کریں گے، وقت ریت کی طرح ہاتھوں سے نکل رہا ہے بہت توجہ چاہیے“۔ وزیر اطلاعات جناب فواد چودھری نے یہ بھی کہا ہے کہ ”تحریک لبیک کیس میں ریاست کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ تحریک لبیک نے لاہور کو کورونا ٹائم بم بنانے میں کسر نہیں چھوڑی۔ انتہا پسندی کی وجہ مدارس نہیں اسکول اور کالج ہیں۔ ہمیں سب سے بڑا خطرہ اپنے آپ سے ہے، انتہا پسندی کی وجہ مدارس نہیں اسکول اور کالج ہیں جہاں سے انتہا پسندی وجود میں آئی، اسکول، کالجوں میں انتہا پسندی کی تعلیم دینے والے اساتذہ بھرتی کیے گئے اور مقامی انتظامی نظام کو بھی تباہ کر دیا گیا۔“

پریا نتھا کمارا کی جلتی لاش کے گرد کھڑے جو جنونی لبیک یا رسول اللہ کے نعرے لگا رہے تھے ان کے متعلق وزیر داخلہ شیخ رشید احمد فرما چکے تھے کہ ”تحریک لبیک پاکستان والے ہمارے بھائی ہیں اور ہم اپنے بھائیوں سے لڑنا نہیں چاہتے۔“ جہاں باضمیر پاکستانی اس واقعہ پر شرم سے سر جھکائے بیٹھے تھے وہیں جے یو آئی کے۔ فضل الرحمٰن نے بیان جاری کیا کہ ”توہین رسالت کے خلاف اگر سزا نہیں دی جائے گی تو ایسے واقعات تو ہوں گے“۔

معزز قارئین! پریا نتھا کمارا کا قتل کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے۔ کوٹ رادھا کشن میں ایک عیسائی جوڑے شہزاد مسیح، شمع بی بی جو حاملہ تھی کو شدید تشدد کے بعد بھٹے کی آگ میں زندہ جھونک دیا گیا تھا۔ گوجرہ اور شانتی نگر میں کم از کم آٹھ مسیحی خواتین کو ان کے گھروں میں بند کر کے زندہ جلایا گیا، گوجرانوالہ میں دو خواتین کو زندہ جلایا گیا۔ مردان ولی خان یونیورسٹی کے نوجوان مشعال خان کو قتل کیا گیا، ایک پروفیسر کو قتل کیا گیا۔ شانتی نگر، گوجرہ، باہمنی والا، سانگلہ ہل، بادامی باغ میں جوزف کالونی اور گوجرنوالہ میں فرانسس کالونی میں جو مظالم ڈھائے گے اب وہ تاریخ کے پنوں پر موجود رہ کر مذہبی جنونیوں پر لعنت بھیجتے رہیں گے۔ یہاں ممکن نہیں کہ سینکڑوں واقعات کی تفصیل بیان کی جائے، مسیحیوں، ہندوؤں، سکھوں اور اقلیتی مسلمان فرقوں جیسے ہزارہ، احمدی ہم وطنوں کو آئے دن مظالم کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ یہ سلسلہ بہت پرانا ہے۔ 11 اگست 1848ء وہ سال ہے جس میں یہ قتل و غارت کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔ منیر انکوائری رپورٹ میں اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ:۔

1948ء کے موسم گرما میں بمقام کوئٹہ نوجوان فوجی افسر میجر محمود کو جو احمدی تھے نہایت وحشیانہ طریقے سے قتل کر دیا گیا۔ ریلوے کے مسلم (تب میجر محمود شہید بھی قانون کی نگاہ میں مسلمان اور محبّ وطن تھے) ملازمین کی ایسوسی ایشن نے ایک جلسہ کا اعلان کیا تھا جو 11 اگست 1848ء کو منعقد ہوا۔ اس جلسے میں بعض مولویوں نے تقریریں کیں اور ہر شخص نے اپنی تقریر کے لئے ایک ہی موضوع یعنی ”ختم نبوت“ اختیار کیا۔ ان تقریروں کے دوران میں قادیانیوں کے کفر اور اس کے نتائج کی طرف بار بار اشارے کئے گئے۔ ابھی یہ جلسہ منعقد ہو رہا تھا کہ میجر محمود ایک مریض کو دیکھنے کے بعد واپس آتے ہوئے جلسہ گاہ کے قریب سے گزرے۔ اتفاق سے ان کی موٹر کار جلسہ گاہ کے قریب پہنچ کر خراب ہو گئی تھی اور اس کو دوبارہ چلانے کی کوشش ناکام ہو گئی۔ عین اس موقع پر ایک ہجوم موٹر کار کی طرف بڑھا اور اس نے میجر محمود کو گھسیٹ کر نیچے اتار لیا۔ میجر محمود نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن ان کا تعاقب کیا گیا اور آخر کار پتھر اور چھرے مار مار کر ان کو ہلاک کر دیا گیا۔ ان کی پوری انتڑیاں پیٹ سے باہر نکل آئی تھیں۔ ان کی نعش کے پوسٹ مارٹم معائنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے جسم پر کند اور تیز دھار والے ہتھیاروں سے لگائے ہوئے چھبیس زخم تھے اور موت ایک تو صدمے سے اور دوسرے داخلی جریان خون سے واقع ہوئی۔ جو بائیں پھیپھڑے بائیں گردے اور جگر کے دائیں کنارے کے زخموں سے جاری ہوا تھا۔ کوئی شخص بھی ”اسلامی شجاعت“ کے کارنامے کی نیک نامی لینے پر آمادہ نہ ہوا اور بے شمار عینی شاہدوں میں ایک بھی ایسا نہ نکلا جو ان غازیوں کی نشان دہی کر سکتا یا کرنے کا خواہش مند ہوتا جن سے یہ ”بہادرانہ فعل“ صادر ہوا

تھا۔لہٰذا اصل مجرم شناخت نہ کئے جا سکے اور مقدمہ بے سراغ ہی دفتر کر دیا گیا۔پولیس کے کاغذات سے ظاہر ہوتا ہے کہ غیظ سے بھرے ہوئے لوگ چھوٹی ڈاڑھیوں والے اشخاص کی تلاش میں دیوانے ہو رہے تھے تا کہ انہیں ہلاک کر دیں۔(واضح رہے کہ بعض احمدی چھوٹی ڈاڑھیاں رکھتے ہیں) (منیر انکواری رپورٹ فسادات ۱۹۵۳)

معزز قارئین! اگر اس وقت ان جنونی وحشی نام نہاد مذہبی درندوں کو سخت ترین سزا دے دی جاتی تو سینکڑوں افراد کو بے دردی سے قتل ہونے سے بچایا جا سکتا تھا۔اور ریاست کو ان کے سامنے گھٹنے ٹیکنے کا اقرار نہ کرنا پڑتا۔صد حیف! کہ آج تک کسی ایک جنونی وحشی کو بھی نشان عبرت نہ بنایا جا سکا ہے۔کوٹ رادھا کشن واقعہ میں ملوث پانچ سو افراد کے خلاف مقدمہ درج ہوا،مشعال کیس میں سینکڑں افراد کو گرفتار کیا گیا۔پھر جو ہوا سب جانتے ہیں۔اب اس تازہ واقعہ میں ۹۰۰ فیکٹری ورکرز کے خلاف تعزیرات پاکستان کی دفعہ 302،297،201،427،431،157،149 اور انسداد دہشت گردی قانون کے 7 اور 11 ڈبلیو ڈبلیو کے تحت مقدمہ درج کیا گیا تھا۔اور ۲۰۰ افراد کو پکڑا گیا،جن میں سے باسٹھ افراد کو چھوڑ دیا گیا،اب نامزد ملزمان کی تعداد سترہ رہ گئی ہے۔حکومت کو چاہیے کہ کم از کم ان کو نشان عبرت بنا دے اور توہین رسالت کا جھوٹا الزام لگانے والے کے لیے سزائے موت مقرر کرے۔ارباب اختیار یاد رکھیں کہ توہین رسالت قانون کا خاتمہ ہی مذہبی جنونیوں کا خاتمہ کر سکتا ہے۔سب کو برابر کے حقوق دینا ریاست کا فرض ہے۔

”اس روگ کا لطف وحظّ کیا ہے کوئی کیا جانے“

کس عشق کا دل کو صدمہ ہے کوئی کیا جانے
کیوں ہجر میں کوئی تڑپا ہے کوئی کیا جانے

جو لوٹ گیا تھا سارا چین و قرارِ دِل
کیوں آج مسیحا بنتا ہے کوئی کیا جانے

ہاں روگ برا تو سب ہی عشق کو کہتے ہیں
اس روگ کا لطف وحظّ کیا ہے کوئی کیا جانے

امید کرن بن دل میں پھوٹ نہ پائے تو
کب یاس اندھیرا بھاگا ہے کوئی کیا جانے

کاندھوں پہ اٹھائے عرشِ درد کیوں اک شخص
مسکان لبوں پہ رکھتا ہے کوئی کیا جانے

انسان حسنؔ یوں اِترائیں ہیں خدا بن کر
پر اس کے سوا سب دھوکا ہے کوئی کیا جانے

رانا محمد حسنؔ خاں

توجہ فرمائیں

پیشوا ادارہ کا کسی بھی سیاسی جماعت سے تعلق نہیں ہے۔پیشوا ادارہ تمام سیاسی و مذہبی شخصیات کا تہہ دل سے احترام کرتا ہے مگر ان کے غلط نظریات اور افکار کو بیان کرنے کی قارئین کو اس غرض سے اجازت دیتا ہے تا کہ متذکرہ شخصیات اپنی اصلاح کر سکیں۔اگر کوئی شخص سمجھے کہ اسے غلط طور پر تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے تو وہ بھی حق رکھتا ہے کہ وہ بھی ناقدین کی اصلاح کے لئے اپنا موقف پیش کرے اور ادارہ ایسے مضامین کو شائع کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ادارہ پیشوا بلا تفریق مذہب وملّت خدمت کا دعوے دار ہے۔سبھی رسالہ میں اپنے افکار اور خیالات کا اظہار کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ادارہ پیشوا اُن تمام قلمکاروں کو دعوت دیتا ہے جو سمجھتے ہیں کہ وہ لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ادارہ اپنے قارئین کی آراء اور مشوروں کا منتظر ہے۔معزز قارئین کی تجاویز کا خیر مقدم کیا جائے گا اور قارئین کی آراء پر نا صرف غور کیا جائے گا بلکہ قابل عمل تجاویز پر عمل بھی کیا جائے گا۔انشاءاللہ۔

(چیف ایڈیٹر پیشوا انٹرنیشنل۔لندن)

قرآن مجید اور مقدس احادیث کی روشنی میں مسلمان کون ہے؟

(تحریر: رانا محمد حسن خاں)

عصرِ حاضر میں مسلمان بہت سارے فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں اور سبھی فرقوں کے بانی تو شاید فرقہ بندی کو غیر اسلامی قرار دیتے ہوں مگر ان فرقوں کے علماء بہرحال ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں۔ یہاں کفر کے فتووں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے تمام فرقوں سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کے سامنے اس بنیاد کو رکھنا ہے جس پر اسلام کی شاندار عمارت کھڑی ہے۔

معزز قارئین! مسلمان ہونے کی بنیادی شرط کلمہ طیبہ ہی ہے اور اس کا اقرار کرنا ضروری ہے۔ اب کسی نے کلمہ طیّبہ دِل سے پڑھا ہے یا منافقت سے اس کا فیصلہ خُدا کرے گا جو دِلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ اگر کلمہ طیّبہ کا اقرار کرنے والا اچھے اعمال کرے گا تو اُس کو اچھی جزاء ملے گی اور اگر اعمال بد کرے گا تو خُدا سزا دے گا۔ سیّدنا حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:۔

نحن نحکم بالظاھر واللہ یتولی السرائر۔

یعنی ہمارا کام ظاہر پر حکم لگانا ہے اور مخفی راز اللہ کے سپرد ہیں۔

یقیناً آخرت میں دِل اور نیّتوں پر فیصلہ اللہ کرے گا۔ جب تک کوئی شخص خود کو مسلمان کہے گا، وہ مسلمان ہی رہے گا۔ کوئی مولوی یا حکومت اس کی قطعاً مجاز نہیں کہ وہ فتویٰ جاری کرے کہ کون مسلمان ہے کون مسلمان نہیں ہے۔ کلمہ طیّبہ پڑھنے والا اُس وقت تک دائرہ اسلام کے اندر رہے گا جب تک وہ یہ نہ کہے میں مسلمان نہیں ہوں۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ۔: دین میں کوئی جبر نہیں۔ (البقرہ آیت ۲۵۶)

پہلی بات تو یہی ہے کہ انسان کی مرضی ہے کہ وہ جو دین بھی چاہے قبول کر لے۔ زبردستی کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ جیسا کہ آج کل تقریباً تمام اسلامی ممالک میں ایسے قوانین موجود ہیں جو دہریہ ہو جانے والے یا کسی اور مذہب کو اختیار کرنے والے مسلمان کو سزائے موت تک کی سزا دلوا سکتے ہیں۔ وطنِ عزیز میں تو غیر مسلموں کو زبردستی مسلمان بنانے کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ایسے قوانین کو رد کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ "وہ لوگ جو ایمان لائے پھر انکار کر دیا پھر ایمان لائے پھر انکار کر دیا، یا پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے، اللہ ایسا نہیں کہ انہیں معاف کر دے اور انہیں راستہ کی ہدایت دے۔" (سورۃ النساء آیت ۱۳۸)

اس مقدس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو جو ایمان کو کھیل سمجھ کر کفر میں بڑھتے چلے جاتے ہیں ان کی جزا سزا کے متعلق فیصلہ کرنے کا اختیار اپنے ہاتھ میں رکھ کر انسانی فتووں اور ریاستی قوانین کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ کسی کو بھی دین کے معاملے میں جبر کرنے یعنی قتل گری اور بد زبانی کی اجازت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ الحجرات کی آیت پندرہ میں ہمارے حبیب آقا رسول اللہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ:۔

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَٰكِن قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ وَإِن تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُم مِّنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ .

عرب کے جنگلی لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ تُو اُن سے کہہ دے کہ تم حقیقتاً ایمان نہیں لائے۔ لیکن ہاں تم کہہ سکتے ہو کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں کیونکہ ابھی تک تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تو وہ تمہارے اعمال میں کچھ بھی کمی نہیں کرے گا۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اس مقدس آیت میں ایمان اور اسلام کی وہ ابتدائی تعریف کی گئی ہے جو ایمان کو اسلام سے الگ کر دیتی ہے۔ منہ سے تو ہر کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ہمارے دل میں ایمان ہے لیکن ان کو بتایا گیا ہے کہ تم زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہو کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔ یعنی وہ لوگ جن کے دل میں ایمان نہ بھی ہو اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کا حق رکھتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے ہیں جو کُفر کی حالت میں ہی مریں گے اور بہت سے ایسے بھی ہیں جن کے دل میں سر دست ایمان داخل نہیں ہوا مگر وہ ظاہری طور پر اسلام قبول کرنے کے بعد بالآخر سچے دل سے مومن بھی ہو جائیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحاً وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ .(سورۃ حم السجدۃ آیت ۳۴)

اُس شخص سے بات کا اچھا کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں''۔

اس مقدس آیت نے اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ جو کوئی بھی اعلانیہ اظہار کرے کہ میں مسلمان ہوں تو اللہ کے نزدیک وہ مسلمان ہے۔حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:۔

"ثلاث من اصل الایمان الکف عمن قال لا الہ الا اللّٰہ ولا تکفرہ بذنب ولا نخرجہ من الاسلام بعمل"

تین باتیں دین کی جڑ ہیں جن میں ایک بات یہ ہے کہ جو شخص لاالہ الا اللّٰہ پڑھ لے،اس کے بارے میں روکو زبان کو،اس کو نہ تو اس کے کسی گناہ کی وجہ سے کافر کہو نہ اس کو کسی فعل کی وجہ سے اسلام سے خارج کرو۔

(سنن ابوداؤد)(اظہر حق الجلی)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من مات لا یشرك با اللّٰہ شیئا دخل الجنۃ،ومن مات یشرك شیئا دخل النار"

جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا تھا تو وہ جنّت میں داخل ہوگا۔اور جو شخص شریک بناتا ہے نار یعنی جہنم میں داخل ہوگا۔

(مسلم کتاب الایمان۔جلد اول۔حدیث نمبر ۹۴)

معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

"مخاتیح الجنۃ شھادۃ ان لاالہ الا اللّٰہ"

جنّت کی چابی اس بات کی گواہی دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔(اس حدیث کی تائید بخاری نے کی ہے) (مشکوۃ جلد ا صفحہ ۵۲ حدیث نمبر ۴۰)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:۔

''اللہ فرماتا ہے اے فرزند آدم! تُو جب تک مجھے پکارتا رہے گا اور مجھ سے اُمید رکھے گا میں تجھ سے سرزد ہونے والے گناہوں کو مٹاتا رہوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں،اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندیوں کو پہنچ جائیں پھر تُو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں تجھے بخش دوں۔اے ابن آدم! اگر تُو میرے پاس زمین کے برابر بھی گناہ لے آئے اور مجھ سے اس حال میں ملے کہ تُو نے کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرایا ہو تو میں تجھے زمین کے برابر مغفرت عطا فرماؤں گا۔''(جنتی اور جہنمی ہونے کا اختیار آج کل مولوی اپنے ہاتھ میں سمجھتا ہے نعوذ باللہ)

(جامع الترمذی ابواب الدعوات،باب الحدیث القدس یا ابن آدم صفحہ ۱۱۰۰ حدیث ۳۵۴۰ بحوالہ جہنم میں لے جانے والے اعمال صفحہ ۲۴۸ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

''تین باتیں اسلام کی اصل ہیں،اُس شخص سے رُکا جائے جو **لا الہ الا اللّٰہ** کہتا ہے یعنی اسے قتل نہ کیا جائے،کسی مسلمان کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہ کہو،اور نہ کسی کام کے سبب کسی کو اسلام سے خارج کرو،اور جہاد اس وقت سے جاری ہے جب سے مجھے اللہ نے مبعوث فرمایا ہے،یہاں تک کہ اس اُمّت کے آخری لوگ دجّال سے جنگ کریں گے۔کسی ظالم کا ظُلم اور کسی عادل کا عدل جہاد کو ختم نہیں کرے گا۔''

(یہاں جہاد سے مراد تلوار کا جہاد نہیں ہے بلکہ جہاد اکبر مراد ہے۔کیونکہ ہمارے حبیب آقا حضرت محمد ﷺ مبعوث ہونے کے بعد مکّہ میں تیرہ برس رہے اور اس دوران صرف جہاد اکبر ہی کیا۔آخری دور میں بھی مسلمان جہاد اکبر جاری رکھیں گے بے شک اُن پر ظلم کے پہاڑ توڑے جائیں وہ جہاد اکبر سے باز نہیں آئیں گے بالکل اسی طرح جس طرح کفار مکّہ کے مظالم کے باوجود جہاد اکبر جاری رہا۔اور ایسے عظیم جہاد کو کوئی عدالت جو عدل کی دعوے دار ہوگی قانون سازی کے ذریعے بھی نہیں روک سکے گی۔بالکل اسی طرح جس طرح کُفار مکّہ کے قانون ساز سردار مسلمانوں کو کلمہ حق کہنے سے نہ روک سکے تھے۔مضمون نگار)(مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۲۲ حدیث نمبر ۵۹ از شیخ ولی الدین الخطیب التبریزی ترجمہ وتشریح مولانا محمد صادق طبع اول ۲۰۰۵ طابع عبدالرحمان عابد فیصل آباد پاکستان۔مکتبہ اہل حدیث امین پور بازار فیصل آباد۔یہ حدیث سنن ابوداؤد میں بھی موجود ہے)

ایک دفعہ مدینہ منورہ میں آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کی فہرست تیار کرنے کا ارشاد فرمایا اور یہ ہدایت فرمائی کہ **"واکتبوالی من یلفظ با الا سلام من الناس"** ترجمہ:لوگوں میں سے جو شخص اپنی زبان سے اسلام کا اقرار کرتا ہے اس کا نام میرے لیے تیار ہونے والی فہرست میں لکھ لو۔

(صحیح بخاری کتاب الجہاد باب کتابۃ الامام الناس)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:۔

’’جو شخص بھی ہمارے قبلہ (یعنی کعبہ) کی طرف منہ کر کے مسلمانوں کی سی نماز پڑھے اور مسلمانوں کا ذبیحہ کھائے پس وہ مسلمان ہے جس کو خدا اور اس کے رسول کی ضمانت حاصل ہے۔ پس تم خُدا اور رسول ﷺ کی ضمانت کو مت توڑو۔‘‘

(بخاری کتاب الصلوۃ باب فضل استقبال القبلۃ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے شہادت دی کہ اللہ کے سوا کوئی خُدا نہیں، اور ہمارے قبلے کی طرف رُخ کیا اور ہماری طرح نماز پڑھی اور ہمارا ذبیحہ کھایا، وہ مسلمان ہے۔ اس کے حقوق وہی ہیں جو مسلمان کے حقوق ہیں اور اس پر فرائض وہی ہیں جو مسلمانوں کے فرائض ہیں۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الصلوۃ)

علامہ سید سلیمان ندوی صاحب فرماتے ہیں:۔

’’بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ ایک صاحب کو ایک مسلمان غلام آزاد کرنا تھا۔ وہ احمق سی کوئی حبشیہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے آئے اور آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا یہ مسلمان ہے؟ آپ ﷺ نے اس حبشیہ سے پوچھا اللہ کہاں ہے؟ اُس نے آسمان کی طرف انگلی اُٹھا دی۔ آپ ﷺ نے اُن صاحب سے فرمایا! لے جاؤ یہ مسلمان ہے۔‘‘ (اللہ اکبر! اسلام کی حقیقت پر کتنے پردے پڑ گئے ہیں۔ آپ ﷺ اسلام کے لیے آسمان کی طرف اُنگلی اُٹھا دینا کافی سمجھتے ہیں۔ لیکن آوارگانِ اُمّت کے نزدیک آج کوئی مسلمان، مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ نسفی کے بندھے ہوئے عقائد پر حرفاً حرفاً آمنت نہ کہا جائے)

(صحیح بخاری، رسالہ اہل سنت والجماعت صفحہ ۲۴)

اسامہ بن زیدؓ بیان فرماتے ہیں ’’کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں جُہینہ قبیلے کے نخلستان کی طرف بھیجا۔ ہم نے صبح صبح اُن کے چشموں پر ہی اُن کو جالیا۔ میں نے اور ایک انصاری نے ان کے ایک آدمی کا تعاقب کیا۔ جب ہم نے اُس کو جالیا اور اسے مغلوب کرلیا تو وہ بول اُٹھا **لا الہ الا اللّٰہ** (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) اس بات سے میرا انصاری ساتھی اُس سے رُک گیا لیکن مَیں نے اُس پر نیزے کا وار کر کے اُسے قتل کر دیا جب ہم مدینہ واپس آئے اور آنحضرت ﷺ کو اس بات کا علم ہوا تو آپؐ نے فرمایا اے اُسامہ کیا **لا الہ الا اللّٰہ** پڑھ لینے کے باوجود تم نے اُسے قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ صرف بچاؤ کے لیے (یہ الفاظ) کہہ رہا تھا۔ آپ ﷺ بار بار یہ دُہراتے جاتے تھے یہاں تک کہ میں نے تمنّا کی کہ کاش آج سے پہلے مَیں مسلمان ہی نہ ہوتا۔۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جبکہ اُس نے **لا الہ الا اللّٰہ** کا اقرار کرلیا پھر بھی تُو نے اُسے قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اس نے ہتھیار کے ڈر سے ایسا کہا تھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیوں نہ تُو نے اُس کا دِل چیر کر دیکھا کہ اُس نے دِل سے کہا ہے یا نہیں۔ حضورؐ نے یہ بات اتنی بار دُہرائی کہ میں تمنا کرنے لگا کہ کاش میں آج مسلمان ہوا ہوتا‘‘۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب بعث النبی اُسامۃ بن زید الی الحرقات من جھینۃ صفحہ ۶۱۲)

ہیں۔ تو وہ سب کہتے ہیں ہم کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ سردار کچھ وقت مانگتے ہیں۔ اپنے نوجوانوں سے اس معاملے میں بات کرتے ہیں۔ تو وہ سب کہتے ہیں ہم کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

مقداد بن عمرو کندیؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، آپؐ مجھے بتایئے اگر میں کسی کافر سے لڑوں اور ہم خوب لڑیں اور وہ میرا ایک ہاتھ تلوار سے اُڑا دے اور پھر مجھ سے (ڈر کر) ایک درخت کی پناہ لے لے اور کہے کہ میں خُدا پر (ایمان اور) اسلام لے آیا، اُس کو اِس اقرار کے بعد مار دوں (یا نہیں)۔ آپؐ نے فرمایا اس کو مت مارو۔ مقدادؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اُس نے میرا ہاتھ کاٹ دیا ہے، پھر کاٹنے کے بعد یہ کلمہ کہا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اُسے ہرگز نہ مارو، اگر تُو نے اُسے مار دیا تو وہ تیری جگہ شمار ہوگا جیسا کہ تُو اُس کے مارنے سے پہلے تھا اور تُو اُس کی جگہ شمار کیا جائے گا جیسے وہ اِس کلمہ کے کہنے سے پہلے تھا۔

(صحیح بخاری جلد ۲ پارہ ۱۶ صفحہ ۳۰۳ حدیث نمبر ۱۱۸۲ کتاب المغازی۔ بحوالہ شریعت یا جہالت از مولانا محمد پالن حقانی صفحہ ۶۸)

رسول خُدا ﷺ نے خالد ابن ولیدؓ کو خزیمہ کی طرف بھیجا کہ اُن کو اسلام کی طرف دعوت کریں۔ بنی خزیمہ نے بجائے اس کے کہ ’’اسلمنا‘‘ کہیں ’’صبانا صبانا‘‘ کہا، جس کا مطلب یہ تھا کہ ہم اپنے مذہب سے پھر گئے، یعنی مسلمان ہوگئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ اس مطلب کو نہیں سمجھے اور اُن کو قتل کر دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر ملی تو آپ نے فرمایا، اے خُدا میں بری ہوں اُس کام سے جس کو خالدؓ نے کیا۔ (مقالات سرسید احمد خاں۔ آخری مضامین سرسید)

نہایت اختصار کے ساتھ مسلمان کون ہے؟ کی تعریف قرآن مجید اور مقدس احادیث کی روشنی میں بیان کی گئی ہے۔ اگر مسلمان تھوڑا غور کریں تو انہیں معلوم ہوگا کہ جو بھی اللہ کی توحید کا اقرار کلمہ طیبہ پڑھ کر کرلیتا ہے وہ اللہ کے نزدیک مسلم ہے۔

’’جھوٹے علم وتقدس کے چہرہ سے نقاب نوچنا ہوگا‘‘

جناب نیاز فتح پوری صاحب نام نہاد علماء اور تنگ نظر مسلمانوں کا پول کھولتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

’’اسلام کو اگر آپ فطری مذہب سمجھتے ہیں تو اصول فطرت ہی کے مطابق اس کو سمجھنے دیجئے اور غیر متعلق باتوں کو اس میں شامل کر کے مذہب کی سادگی کو تباہ نہ کیجئے۔ اگر ایک شخص اس کو کلام مجید کے مطالعہ سے اس نتیجہ پر پہونچتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بغیر باپ کے پیدا نہیں ہوئے خضرؑ کی زندگی دوام لایعنی سی بات ہے موسیٰؑ کا ید بیضا صرف ایک تعبیر کامیابی ہے یونسؑ کا دہان ماہی کے اندر چلا جانا خلاف حقیقت ہے یوسفؑ کا معجزہ حسن وجمال صرف ایک افسانہ ہے تو کسی کو حق حاصل نہیں ہے کہ اسے دائرہ اسلام سے خارج کردے کیونکہ وہ قرآن کی صحت کا منکر نہیں ہے بلکہ قرآن پر غور کرنے کے بعد ان نتائج تک پہونچتا ہے اور اسی صورت سے وہ قرآن کو الہامی کتاب مان سکتا ہے اگر آپ نے اس پر یہ الزام لگایا کہ وہ قرآن نہیں سمجھتا تو وہ بھی آپ پر یہی الزام قائم کرسکتا ہے اس کے بعد آپ زیادہ سے زیادہ یہی کرسکتے ہیں کہ اپنی جماعت میں ایک پشارہ متقدمین کی کتابوں کا اس کے سر پر دے ماریں لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ ان سب کو ناقابل اعتبار کہہ دے گا یا پھر سرے سے قرآن ہی کی اہمیت وصداقت کا منکر ہو جائے گا۔‘‘

’’ہر ترقی کرنے والے مذہب کی جان وسعت نظر وخیال ہے یعنی جب تک اس کی آغوش وسیع نہ ہوگی ترقی ممکن نہیں اور اس کے آغوش کی وسعت یہی ہے کہ شروط مذہب کو آسان اور پابندیوں کو کم کیا جائے نام ومقام وضع ولباس معاشرت ومعیشت وغیرہ سب سے بے نیاز ہو کر اسلام کے دائرہ کو وسیع کرنا چاہئے یہاں تک کہ گنگا دھرا جوزف شاپور جی اور مزدارا اپنے اصلی ناموں اور اپنے خاندانی وضع لباس حالت وصورت کے ساتھ بھی مسلمان شمار کئے جائیں لیکن ایسا نہیں ہوتا اور آخر کار یہ تنگ نظری ناقوس واذان کی نزع تک پہونچ جاتی ہے حالانکہ ایک مسلمان کے نزدیک مندر کے ناقوس کلیسا کے گھنٹے کو بھی ویسا ہی عزیز ہونا چاہئے جیسا وہ اذان کو سمجھتا ہے بلکہ اگر ضرورت ہو تو خود ناقوس پھونکنے میں کوئی عذر نہ ہونا چاہیے جب کہ اذان وناقوس کا مقصود ایک ہی ہے جب ان دونوں سے مراد نمازیوں پجاریوں کو نماز یا پوجا کے لئے بلانا ہے تو پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ نزع ومجادلہ کیسا؟ کیا اگر کسی منزل پر پہونچنے کے لئے متعدد راستے ہو گئے ہیں تو ان راستوں کے چلنے والوں کو باہم لڑنا چاہئے کیا ہر ایک کو اپنی منزل صرف اس جھگڑے میں کھوٹی کرنا چاہئے کہ ہمارا راستہ صحیح ہے اور تمہارا غلط۔‘‘

’’مسلمانوں میں اس تنگ نظری پیدا کرنے کی ذمہ داری خواہ وہ ہند میں ہوں یا بیرون ہند صرف گروہ علماء پر عاید ہوتی ہے اور مذہب وقوم کی جملہ خرابیوں کا سرچشمہ انہیں کے جامد اور خود غرض دماغ سے تعلق رکھتا ہے اس جماعت کے اکثر افراد اپنے علم کے لحاظ سے اس قدر جاہل مذہب کی حیثیت سے اس درجہ نامسلمان اور اخلاق کے لحاظ سے اتنے منافق ہوتے ہیں کہ اگر اسلام کا معیار صرف ان کی ذات کو قرار دیا جائے تو پھر معیار کفر ونامسلمانی قائم کرنے کے لئے کسی اور کو ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ بہشت ودوزخ کی کنجیاں ان کے ہاتھ میں ہیں کسی کو مسلمان قائم رکھنا ہو یا کافر بنا دینا ان کے اقتدار میں ہے مذہب اسلام ایک راز ہے جس کے امین صرف وہی ہیں اور دنیائے اسلام کا فرض ہے کہ ان کے مواعظ کے سامنے خواہ وہ کتنی ہی دور از عقل باتوں سے کیوں نہ لبریز ہوں سربسجود ہو جائے کیا اس دور جمہوریت وآزادی میں اس عہد حریت فکر ورائے میں منیر سچ اس استبداد کے قائم رکھنے میں کامیاب ہوسکیں گے کہ وہ تو ایک امر پر اظہار رائے کریں اور میرا منہ بند کریں شاید یہ اثر ہے اس ہلکی سی مولویت کا جو جمعیۃ العلماء کے ممبر ہونے کی حیثیت سے ان کو حاصل ہوگئی ہے بہر حال وہ اپنی جگہ اپنے آپ کو کچھ ہی سمجھیں اور مذہب کا مخصوص یونیفارم رکھنے والوں کے متعلق وہ کیسی ہی رائے کیوں نہ رکھتے ہوں لیکن کم از کم میں ان باتوں کی پرستش کے لئے تیار نہیں۔ اور میرا ایمان ویقین ہے کہ جب تک پوری قوت کے ساتھ ان کو مسمار نہ کیا جائے گا اس وقت تک کوئی قوم ترقی نہیں کرسکتی۔ افغانستان وترکی کی ترقی کی تاریخ اسی وقت سے شروع ہوتی ہے جب اس جماعت کے افراد کو گردن سے پکڑ کر باہر نکال دیا گیا اور ان کے جھوٹے علم وتقدس کے چہرہ سے نقاب نوچ کر دنیا کو بتا دیا گیا کہ ان کا باطن کس قدر سیاہ اور ان کے اخلاق کس درجہ مکروہ ہیں۔‘‘

(ملاحضات۔ از نیاز فتح پوری۔ رسالہ نگار جنوری ۱۹۳۳ء۔ جلد ۲۳۔ صفحہ ۳۴۔۳۵)

مشرقی اُفق (تعارف کتاب) ”ہوئے تم دوست جس کے“

میر افسر امان۔ اسلام آباد

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ ”اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ۔“ قرآن شریف کی یہ کھلی ہوئی ہدایت ہے۔ اسی ہدایت کو کتاب ”ہوئے تم دوست جس کے“ کے مصنف ڈاکٹر حقی حق نے اپنی کتاب کے پہلے صفحہ پر نمایاں طور پر جو لکھا ہے۔ یہ ہی کچھ تجربہ بھی بتاتا ہے۔ ڈاکٹر حقی حق نے اپنی کتاب میں اسے غالب کا ایک شعر لکھ کر مزید واضع کیا ہے:۔

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے
ہوئے تم دوست جس کے، دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

پھر آگے صفحہ ۱۰ پر مجھے ہے حکمِ اذاں لا الہ الا اللہ لکھ کر مسلمانوں کی بربادیوں کی کہانی لکھنا شروع کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ہم امریکہ کو فاتحین اُندلس کی باقیات کے حوالے سے دیکھنے میں ناکام رہے ہیں۔ ہسپانیہ میں میں جن ہاتھوں نے تیں لاکھ مسلمانوں کو بپتسما عیسائیت کے نام پر قتل کیا تھا۔ اب وہی بپتسما جمہورت کے نام پر کئی تیں لاکھ مسلمانوں کے خون ناحق سے رنگے ہیں۔ بپتسما عیسائیت سے بپتسما جمہورت تک ہم ایک ہی نظریے، ایک ہی عفریت اور ایک ہی ہاتھ سے قتل ہوئے ہیں۔ نائین الیون کے واقعہ کے بعد پوری مسلم دنیا کو دہشت گرد، فنڈا منٹلسٹ، وحشی اور نہ جانے کون کون سے خطابات سے مشہور کر کے دنیا میں بدنام کیا اور مسلم دنیا کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی ہے۔

ڈاکٹر حقی حق اپنی کتاب میں سقوط اسپین کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ ۲۵ نومبر ۱۴۹۱ء کو قصرِ الحمرأ میں آخری بار فجر کی اذان کے ساتھ ہی والیٔ غرناطہ امیر ابوعبداللہ کے گھرانے کی خواتین وادی بشارہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ وہ روتی جاتی تھیں۔ سقوط کی صبح کو جو آہ و بکا شروع ہوئی تھی پانچ صدیوں سے زیادہ پر پھیل چکی ہے۔ سالہا سال سے ہم نمناک آنکھوں سے صدی در صدی گریہ زاری کر کے جیتے آ رہے ہیں۔

ڈاکٹر حقی حق، اردک َ واشنگٹن: ۱۸۵۰ء سے ماخوذ عبارت میں لکھتے ہیں کہ ۱۴۹۱ء اپنے جلو میں خون ہی خون، ذلت و ہزیمت، بے آبروئی، بے چارگی، تباہی و بربادی اور آزمائشیں لے کر آیا۔ آزمائش ایسی کہ ایمان چھوڑو تو جان کی امان پاؤ، ذلت ایسی کہ راہ چلتے لوگ مسلمانوں کو عیسائی ہو جانے پر مبارک باد دیتے۔ بے آبروئی ایسی کہ زمین شق ہو کہ آسمان ٹوٹے، مسلمان عورتیں جو اپنے نامردوں سے بھی فاصلے اور پردے میں رہتی تھیں برہنہ سر و بے روا، ننگے پاؤں اور نیم برہنہ اپنی شرم گاہوں پر ہاتھ رکھے غرناطہ کے گلی کوچوں میں پناہ کی تلاش میں بے سمت بھاگتی پھرتی تھیں اور ان کے پیچھے پیچھے مفہوش عیسائی لشکری اپنے گھوڑے دوڑاتے تھے جب وہ بھاگتی ہوئی ان سراسیمہ و بدنصیب عورتوں کے سروں پر پہنچ جاتے تو منہ بھر بھر کے ان پر شراب کی کلیاں کرنے لگتے۔ یہ امیر عبداللہ کی کم ہمتی کی دلیل تھی یا غیرت ایمانی کی کمی کا شاخسانہ کہ غرناطہ اور اس کے قرب و جوار میں ۳۵ ہزار اسلامی سپاہ کی موجودگی کے باوجود وہ سقوط پر آمادہ ہو چکا تھا۔ لکھتے ہیں کہ دو جنوری کی سہ پہر اندلس کے مسلمانوں پر بہت بھاری تھی۔ یہ سقوط کی پہلی شام تھی۔ غرناطہ کی کشادہ مسجد میں ملکہ ازابیلا اور بادشاہ فرڈی نینڈ کے عیسائی لشکریوں اور گھوڑوں کے پیشاب سے متعفن ہو رہی تھی۔ ہر طرف مسلمانوں کی آہ و بُکا سنائی دیتی تھی یا شراب سے مدہوش، جشن فتح مناتے ہوئے عیسائی لشکریوں کے ہنکارے۔ غرناطہ میں جگہ جگہ آگ لگی تھی جس سے قرآن، نادر کتابیں اور نایاب قلمی نسخوں کی صورت میں مسلمانوں کے آٹھ سو سالہ علمی میراث کو نذر آتش کیا جا رہا تھا۔ ایک طرف غرناطہ کے مسلمانوں پر قیامت ٹوٹ رہی تھی اور ان کی عزت، آبرو اور ناموس لٹ رہی تھی تو دوسری طرف غرناطہ کے حکمران ابوعبداللہ نصر الحمراء میں اپنے امراء و حکام کے ساتھ سقوط کے معاہدے کے مطابق غرناطہ کی چابیاں ملکہ ازابیلا کو پیش کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ کولمبس اپنے روزنامچے میں لکھتا ہے کہ:۔ ”آج میں نے موجودہ سال (۱۴۹۲) کی دو جنوری کو دیکھا کہ الحمراء کے مناروں پر ملکہ عالیہ ازابیلا کا شاہی نشان بزور قوت لہرا دیا گیا اور پھر مسلمان (مور) باشاہ ابوعبداللہ کو شہر کی فصیل کے دروازے پر ملکہ ازابیلا اور بادشاہ فرڈی نینڈ کے ہاتھ چومتے ہوئے دیکھا“ (کرسٹوفر کولمبس: ۱۴۹۲ء)

ڈاکٹر حقی حق صاحب نے پرانے ریکارڈ سے ملکہ ازابیلا اور کولمبس کے درمیان معاہدے کو آشکار کیا جو (نئی دنیا) براعظم امریکا دریافت کرنے کے متعلق ہے جو ۱۷ اپریل ۱۴۹۲ء میں ہوا۔ پھر چھ ماہ کے اندر اسی معاہدے کے بطن سے امریکہ نے جنم لیا۔ یوں ملکہ ازابیلا کی خون آشامی، اس کی سرشت میں رچی بسی ہوئی بے رحمی، اسلام دشمنی، سرمایاداری، انسانی خون کی منہ لگی لذت اور نسل کشی کا تجربہ جو اسے اندلس کے مسلمانوں کی نسل کشی سے حاصل ہوا تھا سپین سے امریکا پہنچ گیا۔ امریکا کی نظریاتی اساس پا پائیت، یہودیت اور عیسائیت کے اس انتہا پسند اور دہشت گرد نظریے پر استوار ہوئی جسے ۱۴۵۲ء میں ''عیسایت کا اصول دریافت'' کے نام سے پوپ نکولس پنجم نے متعارف کرایا تھا۔۔۔ ایک ایسا ظالمانہ نظریہ متعارف کروایا جو اب تک کروڑوں کی جان لے چکا اور ہنوز مستعمل ہے۔ پوپ نکولس نے پرتگال کے بادشاہ الفانسو کے نام ایک مذہبی حکم نامہ جاری کیا جس سے نظریہ دریافت کو متعارف کراتے ہوئے اس کی تشریح میں لکھا کہ نظریہ دریافت کے مطابق غیر عیسائیوں کی زمینوں پر قبضہ، قتل عام، مکمل بربادی، انہیں غلام بنانا اور ان کے مال، ملکیت پر قبضہ کر لینے کا حکم دیا جاتا ہے اور یہ عیسایت کے اصول اور حق دریافت کے مطابق ہے۔ (پوپ نکولس پنجم: ۱۴۵۲ء) نئی دنیا کی دریافت اور فتوحات کے لیے جب کولمبس امریکا پہنچا تو اس کے پاس حق حرچ، پوپ، ملکہ ازابیلا اور بادشاہ کی طرف سے غیر عیسائیوں کے قتل عام کا اجازت نامہ اور اس کی پشت پر اس قتل عام کا مذہبی اور نظریاتی جواز موجود تھا۔ مشہور مورخ جان بائڈ تھیچر لکھتے ہیں: ''سپین کی شاہی حکومت کے ہاتھوں امریکا کی دریافت اور ریڈ انڈینز کا قتل عام نظریہ دریافت کے تحت انجام پایا'' (جان نائڈ تھیچر: ۱۹۰۳ء) کتاب ''ہوئے تم دوست جس کے'' میں عیسائیت کے مسلمانوں اور دوسری قوموں پر ظلم وسفاکیت کا اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ایسے ہی اندلس کو فتح کیا گیا۔ امریکا میں ریڈ انڈین اور ہندوستان کی آبادی اس وقت تیس تیس لاکھ کی تھی۔ جو اس وقت امریکا میں ریڈ انڈین تیس لاکھ تھے جبکہ ہندوستان ایک ارب پچاس کروڑ ہیں۔ ریڈ انڈین کی آبادی کو مولی گاجر کی طرح کاٹ کر رکھ دیا گیا۔ اسی طرح اسپین میں مسلمانوں نے آٹھ سو سال حکومت کی وہاں مسلمان لاکھوں کی تعداد میں تھے مگر انہیں بھی قتل کیا۔ اب وہاں اسپین میں ایک بھی مسلمان موجود نہیں۔ قتل کر دیے گئے یا جبراً عیسائی بنا لیا گیا۔

عیسائی مسلمانوں کو دہشت گرد اور انتہا پسند کہتے ہیں مگر اس کتاب میں جگہ جگہ عیسائیوں کے دہشت گرد اور قاتل ہونے کی تاریخی دستاویزات موجود ہیں۔ پندرویں صدی میں ہندوستان تجارت کرنے آئے اور مکر وفریب سے حکمران بن بیٹھے۔ ظلم وسفاکیت کی انتہا کی۔ عیسائیوں کے سرغنہ اور نیو ورلڈ آرڈر والے امریکا نے ساری دنیا میں ظلم و زیادتی کی۔ جاپان پر ایٹم بم گرایا۔ مکافات عمل کے تحت افغانستان میں ظلم کی داستان رقم کرنے کے بعد شکست سے ہمکنار ہوا۔ اب دنیا پر مسلمانوں کی حکمرانی کا دور شروع ہوا ہے۔ بس مسلمان کو اب بیرونی نظریات کی طرف دیکھنے کی بجائے مسلمان بن جانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ غم نہ کرو خوف نہ کھاؤ تم ہی غالب ہو گے اگر تم مومن ہو۔

''تعویز''

''مولوی صاحب، کوئی ایسا تعویذ لکھ دیں کہ میرے بچے رات کو بھوک سے رویا نہ کریں۔'' مولوی صاحب نے تعویذ لکھ دیا۔ اگلے ہی روز کسی نے پیسوں سے بھرا تھیلا گھر کے صحن میں پھینکا۔ شوہر نے ایک دُکان کرائے پر لے لی۔ کاروبار میں برکت ہوئی اور دُکانیں بڑھتی گئیں۔ پیسے کی ریل پیل ہوگئی۔ پرانے صندوق میں ایک دن عورت کی نظر تعویذ پر پڑی۔ ''جانے مولوی صاحب نے ایسا کیا لکھا تھا؟'' تجسس میں اُس نے تعویذ کھول ڈالا۔''
''جب پیسے کی ریل پیل ہو جائے تو سارا تجوری میں چھپانے کی بجائے کُچھ ایسے گھر میں ڈال دینا جہاں رات کو بچوں کے رونے کی آواز آتی ہو۔''
عورت نے تجوری کھولی اور کُچھ سوچنے لگی۔ تعویذ اُس کے ہاتھ میں تھا۔ (ابن منیب)

نوٹ: کسی بھی مضمون نگار کے خیالات سے ادارہ پیشوا انٹرنیشنل کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق قرآن

(تحریر: امۃ الباری ناصر صاحبہ)

حق یہ ہے کہ قرآن میں ہے جانِ محمدؐ
ہیں سب سے بڑے عاشق قرآن محمدؐ
قرآن کی محبت میں بنے آپ ہی قرآں
اَخلاق ہیں گویا کہ ہیں قرآن محمدؐ

عشق کا کوئی پیمانہ نہیں ہوتا مگر وہ مُشک کی طرح چھپتا بھی نہیں۔ آپؐ کو اللہ تعالیٰ سے اس قدر محبت تھی کہ عام لوگ بھی کہا کرتے تھے کہ:۔

عَشِقَ مُحَمَّدٌ عَلٰی رَبِّہٖ

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب پر عاشق ہو گیا۔ اسی طرح تلاوت قرآن مجید کی کثرت سے لگتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو قرآن کا عاشق ہو گیا ہے قرآن مجید اس مطہر اور مقدس فنا فی اللہ وجود کی روح کی غذا ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے یہ امانت سونپی ہی قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں عشق الٰہی دیکھ کر تھی کیونکہ آپ کے سوا اور کوئی بھی اس کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن پاک سے عشق کا ثبوت خود خدائے رحمان نے سورۃ البقرہ کی آیت ۱۲۲ میں دیا ہے فرمایا:۔

اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰهُمُ الۡکِتٰبَ یَتۡلُوۡنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِکَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ.

یعنی ”وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی درآنحالیکہ وہ اس کی ویسی ہی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو (درحقیقت) اس پر ایمان لاتے ہیں۔“

کتاب تو یہود و نصاریٰ کو بھی دی تھی مگر انہوں نے محرف و مبدل کر کے پس پشت ڈال دیا لیکن جن کو قرآن پاک دیا ہے وہ اس کا حق ادا کرتے ہیں اس کے پڑھنے کا حق ادا کرتے ہیں اس پر عمل کرتے اور ایمان لاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے ایک روایت بیان کی ہے کہ:۔

اللہ تعالیٰ کسی چیز کو کان لگا کر توجہ سے نہیں سنتا جتنا نبی کریمؐ کی تلاوت قرآن کو سنتا ہے جب وہ خوب صورت لحن اور غنا کے ساتھ باآواز بلند اس کی تلاوت کرتے ہیں۔ (مسند احمد جلد ۲ ص ۴۵۰)

آپؐ سے پوچھا گیا کہ تلاوت کون سی پسندیدہ ہے تو آپؐ نے فرمایا ”جس کو سن کر آپ کو احساس ہو کہ یہ شخص اللہ سے ڈرتا ہے یعنی خشیتِ الٰہی سے لبریز تلاوت اور یہ آپ ہی کی تھی قرآن پاک آپؐ کا اوڑھنا بچھونا تھا قرآن پڑھنا' پڑھانا' سننا سنانا' مفہوم اور تشریح سکھانا آپؐ کے محبوب کام تھے۔ پھر آپؐ نے قرآن کے حفاظ تیار فرمائے مختلف مواقع پر مخصوص دعائیں' آیات اور سورتیں پڑھنے کی فضیلت بتا کر قرآن مجید ہمارے روز و شب میں داخل کر دیا سوئیں تو لبوں پر قرآن ہو جاگیں تو اسی پاک کلام کی شیرینی کے ساتھ۔۔۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

آپ کو قرآن سے اس لئے بھی عشق تھا کہ قرآن پاک ہی آپؐ کی طاقت اور اطمینان کا ذریعہ تھا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے آپؐ کو جو عظیم الشان کام سونپا تھا۔ عام انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔

نبوت کا بوجھ کم نہیں تھا اس پر جتنے صدمے آپؐ کو برداشت کرنے پڑے عزیزوں کی اموات پیاروں کی شہادتیں مسلمانوں پر مظالم وطن سے ہجرت مکہ سے دوری کہاں تک گنیں تیئس سال رسالت کے تیئس سال نزول قرآن کے آپ کو پل پل مضبوط رکھنے اور اطمینان قلب کا باعث بنے۔

آپؐ کو قرآن پاک سے اس لئے بھی عشق تھا کہ یہ پاک کلام تبلیغ حق کے

لئے سب سے کارگر ہتھیار تھا جو دلوں کو مسخر کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر دیتا آپؐ نے کبھی بھی تبلیغی وفود کو تلوار نہیں تھمائی بلکہ فرماتے پہلے قرآن سنانا۔

جب تک صحابہ کرام اور مسلمان قرآن کو لے کر آگے بڑھے دنیا ان کے لئے وسیع ہوتی گئی۔ان گنت مثالیں ہیں جہاں ایک آیت ہی دل بدل دیتی۔

آپ کو قرآن پاک سے اس لئے بھی عشق تھا کہ یہ جنت کی نوید دیتا ہے۔ اور شیطان کے راستوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ایک روایت ہے آپؐ نے فرمایا:

”جنت میں اللہ پاک فرمائے گا قرآن پاک کی تلاوت کرتے جاؤ اور جنت کے درجوں پر چڑھتے جاؤ، جہاں تلاوت رُکے گی وہیں جنت میں تمہارا مقام ہوگا۔“

حضرت رسولِ کریم ﷺ میرے ماں باپ اور میری جان آپ پر فدا ہو کی محبوب کتاب ہمارے پاس موجود ہے ہم بھی اس سے اتنی ہی محبت کریں جتنا اس کا حق ہے تو آج بھی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر سکتے ہیں دنیا نے اسے مہجور کی طرح چھوڑ دیا ہے یہ وقت ہے کہ ہم اسے چوم کر گلے سے لگالیں اور عمل سے اپنے مولا کو منالیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

اللہ کرے کوئی معجزہ آواز کی پرانی لہروں کو زندہ کر سکے اور ہم لحن محمدی کے سوز و گداز، عشق و محبت میں ڈوبی تلاوت سن سکیں۔ آمین

”روز اک طُرفہ قیامت نہیں دیکھی جاتی“

مجھ سے اب ملک کی حالت نہیں دیکھی جاتی
یہ رذالت کی روایت نہیں دیکھی جاتی

منہ چھپائے ہوئے پھرتے ہیں بھلے لوگ
یہاں پیسہ سب کچھ ہے شرافت نہیں دیکھی جاتی

مال کچھ سامنے رکھتے ہیں تو دیتے کچھ ہیں
اب کہیں ستھری تجارت نہیں دیکھی جاتی

نوکری ملتی ہے اُس کو جو سفارش لائے
تجربہ اور ذہانت نہیں دیکھی جاتی

سب اسی سوچ میں رہتے ہیں کہ کیسے دُکھ دیں
اگلے وقتوں کی وہ چاہت نہیں دیکھی جاتی

بھینس اُس شخص کی ہوتی ہے جو لاٹھی رکھے
دھونس چلتی ہے عدالت نہیں دیکھی جاتی

در بدر پھرتے ہیں وہ لوگ جو حق رکھتے ہیں
بے اصولی کی سیاست نہیں دیکھی جاتی

دودھ کو بچہ ترستا ہے دوا کو بیمار
مارے غربت کے یہ حالت نہیں دیکھی جاتی

اب کہیں جائے اماں ہے نہ تحفظ باقی
یہ لُٹیروں کی شرارت نہیں دیکھی جاتی

نان مہنگی ہے مگر جان کی قیمت کم ہے
یہ گرانی کی نہایت نہیں دیکھی جاتی

تازہ اخبار کے آتے ہی جگر کٹتا ہے
روز اک طُرفہ قیامت دیکھی جاتی نہیں

پھر وہی نقشِ قدم ہیں وہی احمق رہرو
یہ قیامت پہ قیامت نہیں دیکھی جاتی

برسر تبصرہ عنواں ہو جو زندہ قومیں
ایسی قوموں کی حکایت نہیں دیکھی جاتی

کلام: امۃ الباری ناصر صاحبہ۔آف امریکا

جیرے پہلوان کی بیٹی!!

افسانہ نگار: تنویر صادق

جیرے پہلوان نے ملک صاحب کو روک لیا تھا اور ان پر برہم تھا۔

اوئے ملک تمہیں شرم نہیں آتی کنجر ہو کر روزانہ مسجد خراب کرنے چلے آتے ہو۔

ملک صاحب کچھ نہیں بولے ۔صرف مسکراتے ہوئے سر ہلاتے رہے۔جیرا پورے جوش میں تھا۔یہ مسجد میرے بزرگوں نے بنائی ہے تاکہ میرے جیسے شریف لوگ یہاں نماز پڑھیں نہ کہ تم جیسے کنجر صبح سے شام تک بار بار آ کر مسجد کی بے حرمتی کریں۔تمہیں اور کوئی کام نہیں جو ہر وقت مسجد کے پیچھے پڑے رہتے ہو۔تمہیں دیکھ کر روز میرا خون کھولتا ہے۔کسی دن مجھے زیادہ غصہ آ گیا تو تمہاری گردن دبا دوں گا۔ملک صاحب نے کوئی جواب نہ دیا۔اس کے ہر سوال پر اسی طرح مسکراتے اور سر ہلائے جا رہے تھے۔

اچانک جیرے نے آگے بڑھ کر اپنے ہاتھوں میں ملک صاحب کی گردن جکڑ لی۔

میں تیزی سے بھاگ کر وہاں پہنچا اور جیرے کو سختی سے ملک صاحب کی گردن چھوڑنے کا کہا۔جیرے نے گردن چھوڑی اور ملک صاحب چپ چاپ اپنے گھر کو چل دیئے۔

اب جیرا مجھ سے مخاطب تھا۔باؤ، مجھے پتہ ہے کہ تم جیسے پڑھے لکھے بندے پوری طرح مذہبی نہیں رہتے۔مسجد میں ایسے غلط لوگوں کو برداشت کر لیتے ہیں۔میں اس کی اس احمقانہ بات پر ہنس دیا۔

ہنسنے کی بات نہیں۔میں سچ کہتا ہوں، میں بڑا مذہبی آدمی ہوں۔مسجد کا تقدس میرے ایمان کا حصہ ہے۔میں کسی کنجر کو اس مقدس جگہ پر نہیں دیکھ سکتا۔

میں پوری طرح مانتا ہوں کہ تم مجھ سے زیادہ مذہبی ہو۔اسی لئے میرے بھائی جب اس دفعہ تم عید کی نماز پڑھنے بھی مسجد میں نہیں آئے تو مجھے بڑا افسوس ہوا تھا اور میں نے تمہیں کہا بھی تھا۔میری ایک بات یاد رکھو، کنجر کوئی بھی شخص اپنے کردار سے ہوتا ہے۔کسی غلط حوالے سے نہیں۔میں بچپن سے ملک صاحب کو دیکھتا آیا ہوں۔میرے محلے میں اس جیسا اجلا اور نیک آدمی مجھے کوئی دوسرا نظر نہیں آیا۔تم نے ان میں کیا غلط دیکھا ہے۔میں نے جان بوجھ کر ایسی چبھتی باتیں اس سے کیں۔

جیرا اگر شرمندہ ہونے کا فن جانتا ہی نہیں تھا اس نے میری بات سنی ان سنی کر دی اور سر ہلا کر ایک طرف چل دیا۔

جیرے کی یہ عام عادت تھی، ہر دس پندرہ دن بعد جب وہ نشے میں ہوتا تو ملک صاحب کو مسجد جاتے یا آتے پکڑ لیتا۔انہیں کنجر کہتا اور گالیاں بھی دیتا۔اپنے خاندان کی بڑھائی اور عظمت کے حوالے دیتا۔اپنے بزرگوں کی اسلام پروری کی داستانیں ملک صاحب کو سناتا اور انہیں مسجد میں جانے سے منع کرتا۔ملک صاحب بھی عجیب مٹی کے بنے ہوئے تھے۔وہ گالیوں اور بدتمیزیوں کے جواب میں بس مسکراتے رہتے، مگر منہ سے کبھی کچھ نہ کہتے۔ان کے بیٹے جوان تھے اور اہم سرکاری عہدوں پر فائز بھی۔وہ بھی نماز پڑھنے آتے تھے مگر تیزی سے واپس چلے جاتے تھے۔ملک صاحب بوڑھے آدمی۔عموماً سب سے آخر میں مسجد سے نکلتے۔اس لئے ان کے کسی گھر والے کو جیرے کی حرکت کی کبھی خبر نہ ہوتی۔انہیں پتہ چلتا تو یقیناً جیرے کے ساتھ بہت کچھ ہوتا لیکن ملک صاحب نے اپنے اوپر ہونے والی اس زیادتی کی بات اپنے بچوں پر کبھی ظاہر نہ ہونے دی تھی۔

ملک صاحب کے دادا انگریزوں کے ابتدائی دور میں کسی انگریز کے پاس ملازم ہو گئے۔انگریز کو ان کی وفاداری اور خدمت بہت پسند آئی اور وہ جہاں جہاں بھی گیا، انہیں ساتھ لے گیا۔کافی عرصہ مغربی ممالک میں رہنے کے بعد جب وہ واپس آئے تو ان کے ساتھ ایک مغربی ماحول میں پلی اور بڑھی بیوی اور تین چار بچے بھی تھے۔مغربی ممالک میں اک عرصہ گزارنے کی وجہ سے ملک صاحب اور ان کے بیوی بچے انتہائی مہذب تھے بہت ماڈرن تھے مگر بچے خاص طور پر نماز روزے کے پابند اور اسلام کو پوری طرح سمجھتے تھے۔ہمارے محلے کے ایک طرف انہوں نے ایک بڑا مکان خریدا اور اس میں رہائش اختیار کر لی۔ایک ایسے دور میں جب اردگرد جہالت کا دور دورہ تھا۔لوگوں کی اخلاقی اور سماجی قدریں بہت مختلف تھیں۔ملک صاحب کی اینگلو انڈین دادی بغیر برقعے سادہ سے لباس میں گھومتی نظر آتی تو لوگوں کو معیوب لگتا۔چند منچلوں نے اسے کنجری قرار دے دیا۔اس حوالے سے آج بھی ان کا گھرانہ کنجروں کے گھر کے نام سے جانا جاتا ہے۔گو معقول اور پڑھے لکھے لوگ ایسا نہیں کہتے۔انہیں حقیقت کا علم ہے مگر جہالت اب

بھی ہمارے گھروں اور بازاروں میں بڑی حد تک رقصاں ہے اس لئے کبھی کبھار جیرے جیسا کوئی احمق اب بھی اپنی جہالت کا اظہار کر دیتا تھا۔

ہمارے محلے میں بمشکل بیس فیصد لوگ ایسے تھے جو اسلامی احکامات پر کاربند نظر آتے تھے۔مگر وہ جنہیں کنجر قرار دیا جاتا تھا،اس خاندان کے سبھی لوگ نماز روزے اور شریعت کے مکمل پابند تھے۔ پورے محلے کے بچوں کو پڑھانے میں ان کا کردار تھا۔گھر کے سبھی افراد مسجد میں نظر آتے تھے۔غریب لوگوں کی مدد وہ بڑی خوشی سے کرتے۔ محلے کے بہت سے لوگوں جن میں جیرے کے بہت رشتہ دار بھی تھے ان کی مدد سے مختلف محکموں میں ملازمتیں حاصل کر چکے تھے۔مگر اس سب کے باوجود وہ کنجر تھے اوران کا قصور صرف یہ تھا کہ تعلیم ان کے گھر میں دوسرے لوگوں سے بہت پہلے پہنچ گئی تھی اور ان کے دادا نے اس جگہ ایسے وقت میں رہائش اختیار کر لی جب کہ ان کے اردگرد کوئی ان کا ہم پلہ نہیں تھا،کوئی پڑھا لکھا نہیں تھا،کوئی تہذیب اور ادب آداب سے شناسا نہیں تھا۔یہی ان کا جرم تھا اور اسی جرم کی سزا ان کا خاندان اور ان کی اولاد آج بھی بھگت رہے تھے۔

سجاد میرا بچپن کا کلاس فیلو اور دوست ہے۔کروڑ پتی اور شوقین مزاج۔لمبا چوڑا کاروبار۔شاندار دفتر۔ میں کبھی کبھار اس سے ملنے اس کے دفتر چلا جاتا ہوں۔ دو چار گھنٹے بیٹھے ہم بچپن کی بہت سی یادیں تازہ کرتے اور گپ شپ لگاتے ہیں۔شہر کی نجانے کتنی عورتوں سے سجاد کے تعلقات تھے۔ میں جب بھی اس سے ملنے جاتا تو کوئی نہ کوئی عورت آجاتی اور دفتر کے پچھلے کمرے میں اس کا انتظار کرنے بیٹھ جاتی یا اگر کوئی اس کے پاس بیٹھی ہوتی تو مجھے دیکھ کر وہ اسے رخصت کر دیتا۔ میں نے بڑی دفعہ اسے سمجھایا مگر وہ ایسی حرکتوں سے کبھی باز نہ آتا تھا۔اس دن بھی میں اس طرف سے گزرتے اس کے دفتر گھس گیا۔آج بھی ہمیشہ کی طرح وہ پچھلے کمرے میں کسی خاتون کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دس منٹ انتظار کرنا پڑا۔جس کے بعد وہ ایک نوجوان لڑکی کے ہمراہ ہنستا ہوا پچھلے کمرے سے نمودار ہوا۔لڑکی نے اس کی کمر میں باہیں ڈالی ہوئی تھیں اور اس کے چہرے پر نظر رکھے مسکرا رہی تھی۔لڑکی کی نظر اچانک مجھ پر پڑی۔ وہ گھبرا گئی۔اس نے سجاد کی میز پر پڑا اپنا پرس اٹھایا اور بڑی تیزی سے باہر نکل گئی۔سجاد حیران ہو کر کہنے لگا،اسے آج کیا ہوا ہے یہ تو جان بڑی مشکل سے چھوڑتی ہے،کہیں تمہیں دیکھ کر تو چلی نہیں گئی۔تمہاری واقف تو نہیں؟

کمرے تمہارے سے نکلی ہے،تمہاری واقف ہوگی۔ میں نے جواب دیا۔

سجاد بولا،میری کیا واقف ہوگی، مجھے تو بس اتنا پتہ ہے کنجری ہے، پیسے بنانے مہینے میں ایک دو دفعہ آجاتی ہے۔

میں سوچنے لگا وہ لڑکی فطرت کا کتنا عجیب انتقام تھی۔

میں چپ رہا اور سجاد کو نہیں بتایا کہ جس لڑکی کو تم کنجری کہہ رہا ہو اور جو مجھے دیکھ کر سہم گئی تھی اور جلدی سے پرس اٹھا کر وہاں سے غائب ہوگئی تھی وہ میرے محلے دار جیرے پہلوان کی بیٹی تھی۔

☆☆☆☆☆

”لہر کی طرح نہ دریاؤں میں چل“ (کلام: جمشید اعظم چشتی)

شہر کو چھوڑ کے اب گاؤں میں چل
دھوپ نے مجھ سے کہا ، چھاؤں میں چل

میری آوارہ مزاجی بولی
گاؤں بھی چھوڑ دے ، صحراؤں میں چل

سیم و زر کی یہ دکانیں مت دیکھ
کیا ہے بیکار تمناؤں میں ، چل!

زندگی ، موت کی اک صورت ہے
یہ سمجھنا ہے تو کٹیاؤں میں چل

بزمِ عشاق میں کس نے یہ کہا؟
قیس کو چھوڑ کے داناؤں میں چل

بادباں بن کے ہواؤں سے اُلجھ!
لہر کی طرح نہ دریاؤں میں چل

زندگی کا یہ چلن ہے جمشید
لاکھ چھالے ہوں ترے پاؤں میں ، چل!

اب قیامت آ لینے دیجیئے !!!

(تحریر: رانا محمد حسن خاں)

سوچ بچار کرنے والے اہل وطن اکثر سوچتے تو ہوں گے کہ قرآن کریم اور مقدس احادیث میں بیان کی گئیں قیامت کی اکثر نشانیاں پوری ہو جانے کے باوجود قیامت کے آثار دور دور تک کیوں دکھائی نہیں دیتے؟ اس کا جواب کوئی بھی مذہبی علماء سے ہرگز نہ پوچھے کیونکہ سوائے تفرقے فساد کے ان کے پاس لوگوں کو دینے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مذہبی قیامت کے متعلق علماء متفق نہیں ہیں، یہاں تک کہ قیامت کی ایک تعریف پر بھی ان کا اتفاق نہیں ہے بالکل اسی طرح جیسے فرقہ مولویاں مسلمان کی متفقہ تعریف بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ غیر مذہبی قیامتوں کے متعلق وکیلوں، سیاستدانوں، صحافیوں وغیرہ نے بارہا اس سوال کا جواب دیا ہے کہ قیامت کیوں نہیں آتی؟ اور واقعی جو وہ کہتے ہیں وہی ہوتا ہے یعنی سب کچھ ہو جاتا ہے مگر قیامت نہیں آتی۔ سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کے صدر علی احمد کرد جو بڑے بے باک اور دبنگ وکیل ہیں اگر وہ چاہتے تو ۳۰ ستمبر ۲۰۰۹ء کو قیامت آ جاتی مگر ان کی فراست کو سلام کہ انہوں نے قیامت کو نہ آنے دیا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ

"عدالتوں میں بیٹھے فرعونوں کے نام بتا دیئے تو قیامت آ جائے گی عدالتوں میں چند فرعون اور عدالت کے باہر فرعونوں کا پورا قبیلہ موجود ہے۔" (نوائے وقت ۳۰ ستمبر ۲۰۰۹ء)

جناب علی احمد کرد کو تو چھوڑ یئے آج تک کسی نے بھی اس ڈر سے کہ کہیں قیامت ہی نہ آ جائے عدالتوں کے اندر اور باہر بیٹھے فرعونوں کو بے نقاب نہیں کیا ہے۔ اور نہ ہی کسی کا ایسا موڈ دکھائی دیتا ہے۔

22 دسمبر، 2015 کو بھی چیئرمین پی آئی اے جناب ناصر جعفری کی پیشگوئی پوری ہو گئی اور قیامت نہ آئی۔ یاد رہے کہ ایک صدارتی آرڈیننس کے ذریعہ پی آئی اے قانونی طور پر کارپوریشن سے لمیٹڈ کمپنی بنا دی گئی تھی۔ اس پر جناب ناصر جعفری نے فرمایا تھا:۔

"4 دسمبر کے صدارتی آرڈیننس سے پی آئی اے میں کوئی قیامت نہیں آ جائے گی" (22 دسمبر، 2015 جیو نیوز)

دیکھ لیجیے پی آئی اے بھی موجود ہے اور مالی بدعنوانیاں بھی عروج پر ہیں، مجال ہے کہ پی آئی اے اور اس کی کسی بھی کارستانی پر قیامت کے معمولی آثار بھی دکھائی دیتے ہوں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ پی آئی اے کے مسافر بھی پی آئی اے پر قیامت نہ آنے پر خوش لگتے ہیں، اگر ناراض ہوتے تو پی آئی اے پر ضرور قیامت ٹوٹ پڑتی۔

چوہدری شجاعت حسین سے کون واقف نہیں ان کی مسلم لیگ کے مرکزی رہنما کامل علی آغا نے بھی ایک پیشگوئی کی تھی جس کے الفاظ کچھ یوں تھے:۔

سابق وزیر اعظم نواز شریف ہو یا پھر کوئی اور شخصیت جس نے بھی ملکی خزانے کی لوٹ مار کی ہے اسے گرفتار ہونے سے کوئی قیامت نہیں آ جائے گی۔

(۲۵ دسمبر ۲۰۱۸ء روزنامہ پاکستان)

معزز قارئین! ساری دنیا نے دیکھا کہ یہ پیشگوئی شاندار طریقے سے پوری ہوئی۔ نواز شریف، شہباز شریف، مریم نواز حمزہ شہباز، خاقان عباسی، خورشید شاہ اور سعد رفیق وغیرہ وغیرہ گرفتار ہوئے مگر قیامت نہ آئی اور تو اور یہ کہ یہ سبھی گرفتاری کے بعد رہا بھی ہو گئے مگر قیامت نے نہ آنا تھا اور نہ آئی۔

شیخ رشید صاحب پاکستان کے ان چند گنے چنے سیاستدانوں میں سے ہیں جنہوں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے کسی نہ کسی پارٹی کے وزیر یا بارہویں کھلاڑی رہے ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی سے سیاست کا آغاز کیا اور تحریک استقلال، جنرل ضیاء، مسلم لیگ ن، مسلم لیگ ق، جنرل مشرف سے فیضیاب

ہوتے ہوئے تحریک انصاف تک پہنچے ہیں اپنی پارٹی عوامی مسلم لیگ کی واحد سیٹ کی پالکی میں بیٹھ کر۔اس تجربہ کار کہنہ مشق سیاستدان کی بھی بے شمار قیامت کے نہ آنے کے متعلق پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں۔دو امثال پیش خدمت ہیں۔فرماتے ہیں:۔

”آرمی چیف اور ڈی جی آئی ایس آئی سے ملنا اعزاز کی بات ہے۔ابھی ملاقاتوں کا ذکر کیا،ٹیلیفون ڈیٹا لیک کیا تو ملک میں قیامت آجائے گی۔“

(دنیا نیوز ۲۵ ستمبر ۲۰۲۰)

یعنی ملاقاتوں کی کچھ تفصیل بتا دیتے تو قیامت آجاتی۔یعنی شیخ رشید کی فراست قیامت کے سامنے دیوار بن گئی۔

9 اگست 2021 جیو نیوز کو درج ذیل خبر نشر ہوئی تھی کہ:۔

”شہباز شریف کو گرفتار کرنے سے کوئی قیامت نہیں آجائے گی۔مثال اس کی یہ ہے کہ بھٹو کی پھانسی پر ایک چڑیا نہیں پھڑکی تھی۔“

شیخ رشید صاحب کی اس پیشگوئی کے پہلے حصہ کے متعلق بتایا جا چکا ہے کہ شہباز شریف وغیرہ کی گرفتاری و رہائی پر قیامت نہ آئی تھی۔شیخ رشید صاحب نہ صرف پیشگوئی کرتے ہیں بلکہ پاک سرزمین پر ہونے والے منحوس واقعات اور فیصلوں پر بھی نگاہ رکھتے ہیں۔اور ان کو مثال کے طور پر بیان کرتے ہیں۔بھٹو کی پھانسی پر ایک چڑیا نہیں پھڑکی تھی،شیخ رشید صاحب کہنا یہ چاہتے ہیں شاید کہ بے شک عدالتیں منحوس فیصلے کریں،فرعونیت اور غلام ذہنیت کا جتنی بار اور جب جب چاہیں اظہار کریں،کوئی قیامت نہیں آتی،پاکستان میں غریب،جاہل مردے بستے ہیں جو فرعونیت کے شکنجے میں کسے ہوئے ہیں،اور اسے اپنا مقدر سمجھ بیٹھے ہیں۔بھٹو کی پھانسی کے بعد شیخ رشید صاحب پھڑکتی چڑیا ڈھونڈتے رہے جو نہیں ملی نہیں مگر انسان زندہ جلتے رہے،کوڑے کھاتے رہے،پھڑکتے رہے وہ بھی انہیں کہیں دکھائی نہ دیے،شیخ رشید صاحب نے سب سچ کہا ہے۔

آج کل ویڈیو لیکس بھی قیامت بنی ہوئی ہیں،گو ابھی تک وہ ویڈیوز منظر عام پر نہیں آئیں جن سے قیامت برپا ہو جائے،جن ویڈیوز سے خطرہ ہوتا ہے کہ وہ قیامت برپا کر سکتی ہیں انہیں سامنے لانے کی کوئی بھی جرآت نہیں کرتا۔ہم نیوز پر ۷ جولائی 2019 کو سینئر صحافی محمد مالک سے منسوب یہ خبر نشر ہوئی تھی کہ ”سینئر صحافی محمد مالک نے انکشاف کیا ہے کہ انہیں مسلم لیگ ن کے ایک اہم رہنما نے بتایا ہے کہ ان کے پاس مزید ویڈیوز بھی موجود ہیں جو سامنے آگئیں تو قیامت آجائے گی۔“

آج نیوز نے 11 اکتوبر 2021 کو یہ خبر نشر کی تھی کہ جب عامر لیاقت سے پوچھا گیا کہ آپ کے استعفیٰ دینے کی کیا وجہ بنی تو عامر لیاقت نے جواب دیا کہ:۔

”اگر میں نے استعفے کی وجہ بتا دی تو پورا پاکستان دہل جائے گا اور قیامت آجائے گی۔“

یکم نومبر 2019 جناب فواد چودھری نے فرمایا کہ:۔

”ہمارے ہاں امیر بیمار ہو تو لگتا ہے قیامت آجائے گی“۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان نامی ریاست کے سبھی ستون ایسے موقع پر جب ایسی قیامت کے برپا ہونے کے آثار دیکھتے ہیں تو فوری طور پر امیروں کو چاہے وہ جیل میں سزا کاٹ رہے ہوں انہیں علاج کے لیے بیرون ملک روانہ کر دیتے ہیں۔

۱۴ دسمبر، 2021 کو ہم نیوز میں فواد چودھری سے منسوب درج ذیل خبر نشر ہوئی کہ:۔

”تین روپے والی دوا سات روپے کی ہونے سے قیامت نہیں آگئی۔“

فواد چودھری کا یہ بیان سمندر کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے۔جیسا کہ قارئین کو معلوم ہے کہ قیامت زندوں پر آتی ہے نہ کہ مردوں پر،فواد چودھری کہہ رہے ہیں کہ ہماری مردہ عوام ناممکن ہے کہ ہم پر قیامت بن کر ٹوٹ پڑے،اگر تین روپے کی گولی تین سو روپے کی بھی ہو جائے تب بھی یہ مردے ہمیں قیامت سے دوچار نہیں کر سکتے۔

معزز قارئین!وہ پاکستانی جو ریاست اور اس کے بوسیدہ بدبودار ستونوں سے امید رکھتے ہیں کہ وہ انہیں ناانصافی،جہالت،بے روزگاری،مہنگائی،

غربت وغیرہ نامی تاریک قبروں سے نکال دیں گے تو یہ ان کی خام خیالی ہے، یہ ان قبروں پر پھول تو ایک آدھ شاید رکھ دیں بعد ازاں ان قبروں کو بھی مسمار کر کے خوشی کے شادیانے بجائیں گے۔

اہل وطن یاد رکھیں جب تک اہل دل ونظر دانشور، وکلاء، سیاستدان، صحافی، عوام ان گلے سڑے نظام کو چلانے والی بدبودار سڑی ہوئی بڑی مچھلیوں کو جو قیامت آنے نہیں دیتیں انہیں گٹر میں نہیں پھینک دیتے تب تک کچھ نہیں ہو سکتا، نہ زلزلہ آئے گا اور نہ کوئی طوفان، قیامت تو دور کی بات ہے۔ اگر علی احمد کرد جیسے وکیل عدالتوں میں بیٹھے اور عدالتوں سے باہر گھومتے فراعین پر قیامت آنے دیتے، ناصر جعفر پی آئی اے پر قیامت آنے دیتے، ارباب اختیار نواز شریف اور دیگر قیدیوں کو آزاد کر کے قیامت کو نہ روکتے، شیخ رشید آرمی چیف اور ڈی جی آئی ایس آئی سے ملاقات کا احوال بیان نہ کر کے قیامت کو نہ روکتے، بھٹو کی پھانسی کے غلط فیصلے پر قیامت کو نہ روکا جاتا، عامر لیاقت استعفےٰ کی وجہ نہ بتا کر پاکستان کو قیامت سے نہ بچاتے وغیرہ وغیرہ تو ملک بڑی تیزی سے ترقی کی منازل طے کرتا اور اگر مذہبی جنونیوں کو بھی بروقت قیامت سے دوچار کر دیا جاتا تو معاشی ترقی اور اخلاقی ترقی کی رفتار بھی غیر معمولی ہوتی۔ ہم تو یہی دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں سولہ دسمبر ۱۹۷۱ء والی قیامت سے دوبارہ نہ گزارے۔

سولہ دسمبر والی بڑی قیامت کی سب سے بڑی وجہ چھوٹی قیامتوں کو روکنا ہی تھے۔

عجیب سی بات !!!

’’میں خود کو بہت باعلم اور لوگوں کو مجسم جہل سمجھتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ جب میں کسی تقریب میں جاؤں تو سب لوگ میرے احترام میں کھڑے ہو جائیں اور اگر کوئی میرے پاس اپنا دکھ بیان کرنے آئے تو میں مصروفیت کو خود پر اوڑھ کر اسے چلتا کر دوں۔ معصوم ومظلوم انسانوں کے چہروں پر اداسی ناچ رہی ہو، بھوک نے انہیں بنجر بنا دیا ہو، وہ دربدر خاک بسر ہوں مگر میں اپنی دانش وری کا کمال دکھا رہا ہوں اور پھر بھی انسانیت کے دکھوں کا پرچارک بنا ہوا ہوں۔ وہ رت جگے کر رہے ہوں اور میں چین سے سوتا رہوں۔ وہ اپنے جائز کاموں کیلئے خوار ہو رہے ہوں اور میرے ایک فون پر سارے کام ہو جائیں۔ وہ دھوپ میں لائن لگا کر کھڑے ہوں اور میں اندر جا کر افسر سے چائے پی کر اپنا کام کروالوں۔ عجیب سی بات ہے ناں۔‘‘ (جناب سمیع اللہ ملک کے کالم ’’آخری تنبیہ‘‘ سے ایک اقتباس)

اعلان برائے اشتہارات

کاروبار کی ترقی کے لیے اشتہارات کی اشاعت عصر حاضر میں کاروباری حضرات کی اہم ضرورت ہے۔ ادارہ پیشوا نہایت کم قیمت پر اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے حاضر ہے۔

A.4۔ فل سائز۔ کلر۔ 150£ ہاف پیج کلر۔ 80£ کوارٹر پیج۔ کلر۔ 50£

پیشوا میں اشتہارات شائع کروانے کے لئے درج ذیل فون نمبر پر رابطہ فرمائیں

رانا عبدالصمد خاں 07792998973

برصغیر پاک و ہند (مسلمانوں کی حالت زار)

مسلمان ریاستوں میں اقلیتوں کی حالت زار

تحریر: رانا محمد حسن خاں

قسط 17

معزز قارئین! جیسا کہ آپ سبھی جانتے ہیں کہ پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے پہلے قائداعظم محمد علی جناح اور علامہ محمد اقبال پر کفر کے فتوے لگائے گئے تھے۔ایسے چند فتاویٰ پیش خدمت ہیں:۔

قائداعظم کو احرار نے ’’کافراعظم‘‘ اوراسلام سے خارج قرار دیا۔‘‘

(حیات محمد علی جناح از رئیس احمد جعفری صفحہ ۹۱ بمبئی ۱۹۴۶ء، مسٹر جناح کا اسلام صفحہ ۹ شائع کردہ جنرل سیکرٹری مجلس احرار اسلام نیز ہفت روزہ چٹان لاہور ۶ نومبر ۱۹۵۰ء)

’’بھارت کے ۱۰ کروڑ مسلمانوں کا نام نہاد رہنما ایک پارسی عورت کو حلقۂ زوجیت میں لینے کے لیے حلفیہ اقرار نامہ کے ذریعہ مسلمان ہونے سے انکار کرتا ہے اور آج تک کلمۂ توحید پڑھ کر مسلمان نہیں ہوا۔لیکن پھر بھی مسلمانوں کا قائد اعظم۔‘‘(مسٹر جناح کا اسلام صفحہ ۱ شائع کردہ جنرل سیکرٹری مجلس احرار اسلام نیز ہفت روزہ چٹان لاہور ۶ نومبر ۱۹۵۰ء)

احمد رضا خان کے آستانہ ء بیعت مارہرہ شریف نے قائداعظم محمد علی جناح کے بارے میں لکھا کہ ’’کیا کوئی سچا مسلمان کسی کتے کو اور وہ بھی دوزخیوں کے کتے کو اپنا قاعداعظم، سب سے بڑا پیشوا اور سردار بنانا پسند کرے گا؟ حاشا وکلاّ ہرگز نہیں۔‘‘

(مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری صفحہ ۴ بحوالہ پڑھتا جا شرماتا جا از عبدالرشید مانچسٹر صفحہ ۲۵)

’’پاکستان ایک خونخوار سانپ ہے جو ۱۹۴۰ء سے مسلمانوں کا خون چوس رہا ہے اور مسلم لیگ ہائی کمانڈ ایک سپیرا ہے۔مسٹر محمد علی جناح کافر و مرتد ہے اُس کے بہت سے کُفریات ہیں۔بحکم شریعت وہ عقائد کُفرہ کی بناء پر قطعاً مُرتد اور خارج از اسلام ہے اور جو اُس کے کُفر پر شک کرے یا اُسے کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر۔‘‘

(تجانب اہل سنّت صفحہ ۱۱۹، ۱۲۲ بحوالہ بریلویت صفحہ ۲۹۷، بحوالہ ’’دھماکہ‘‘)

’’جو محمد علی جناح ’قائدِ اعظم‘ کی تعریف کرتا ہے۔وہ مُرتد ہو گیا، اسکی بیوی اسکے نکاح سے نکل گئی، مسلمانوں پر فرض ہے کہ اسکا کلّی مقاطعہ کریں، یہاں تک کہ وہ توبہ کرے۔‘‘ (الجوابات السنیہ از مولانا ابو برکات)

’’اور مسٹر جینا اُن کا قائد اعظم، اگر صرف اِنہیں دو کُفروں پر اکتفا کرتا تو قائداعظم کی خصوصیت ہی کیا رہتی؟ لہذا وہ اپنی اسپیچوں اپنے لیکچروں میں نئے نئے کُفریات بکتا رہتا ہے۔بحکم شریعت مسٹر جینا (جناح) اپنے ان عقائد کُفریہ قطعیہ خبیثہ کی بناء پر قطعاً مُرتد اور خارج از اسلام ہے۔جو شخص اُس کے کُفروں پر مطلع ہونے کے بعد اُس کو مسلمان جانے یا اس کے کافر و مُرتد ہونے میں شک رکھے یا اُس کو کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر مُرتد اور شر اللنام اور بے توبہ مرا تو مستحق لعنت عزیز علام۔‘‘ (تجانب اہل سنّت صفحہ ۱۱۴ بحوالہ رضاخانیوں کی کُفر سازیاں)

مسٹر جینا (جناح) جیسے کھلے ہوئے مُرتد کو ہندو مسلم اتحاد کا پیغام بَر بلکہ سیاسی پیغمبر کہہ دینا ہے۔ (مظاہر الحق الاجلی صفحہ ۳۳ بحوالہ رضاخانیوں کی کُفر سازیاں)

’’اگر ندوہ و مسلم لیگ و سیرت کمیٹی و تحریک خاکسار و مجلس احرار کے اُن حرکات و کلمات کُفر و ضلال کو معاذ اللہ حق و صحیح مانتے ہیں تو جو کُفر کو حق مانے وہ خود کافر ہے۔‘‘

(تجانب اہل سنت صفحہ ۱۱۴ رضاخانیوں کی کُفر سازیاں)

’’ہر سنّی مسلمان پر شریعت مطہرہ کی روشنی میں روشن ہو کہ یہ سب اغراض و مقاصد صریح محرمات شریعہ پر مشتمل اور حرام قطعی اور کُفر و ضلال میں اور اِن کے ہوتے ہوئے مسلم لیگ کی شرکت ورکنیت و امداد و اعانت بہ حکم شریعت مطہرہ اُسی طرح گناہ و ممنوع و حرام و ناجائز ہے جس طرح ندوہ و کانگریس کی شرکت ورُکنیت و امداد و اعانت شرعاً حرام و گناہ ہے۔اِس میں شریک ہونے والا ایسا ہی فاسق ہے جیسے ندوہ و کانگریس میں شریک ہونے والا فاسق ہے۔رہا مطالبہ پاکستان یعنی تقسیم ملک کہ اتنا لیگیوں کا اتنا ہندوؤں کا، اِس صورت میں احکام کُفر ملک کے بڑے حصے میں لیگیوں کی رضا سے جاری ہوں گے کہ وہی اِس تقسیم پر راضی اور اِس کے طالب ہیں۔احکام کُفر پر رضا کُفر اور کم از کم سخت بے دینی ہے۔‘‘

(اجمل انوار الرضا از مولوی حشمت علی صفحہ ۳ بحوالہ رضاخانیوں کی کُفر سازیاں)

’’جو محمد علی جناح کی تعریف کرتا ہے وہ مُرتد ہو گیا، اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس کا کلّی مقاطعہ کریں یہاں تک کہ وہ توبہ کرے۔‘‘

(بحوالہ بریلویت صفحہ ۴۳)

حزب الاحناف لاہور کے مولوی ابوالبرکات سید احمد (بریلوی) ایک رسالہ ''الجوابات السنیۃ زہاء السوالات'' کے صفحہ ۲۹ پر فرماتے ہیں:۔

''لیگ کی حمایت کرنا، اس میں چندے دینا، اس کا ممبر بننا، اس کی اشاعت و تبلیغ کرنا، منافقین ومُرتدین کی جماعت کو فروغ دینا ہے۔''

(بحوالہ دھماکہ صفحہ ۱۷ب)

تجانب اہل سنت کے مصنف طیّب دانا پوری علامہ اقبال کے متعلق لکھتے ہیں:۔

''اور زمانہ حال کے مشہور شاعر ڈاکٹر اقبال نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی ''صلح کلیت'' اپنی حد سے گذر کر شدید نیچریت و دہریت تک پہنچی ہوئی ہے۔ انہوں نے اپنے مضامین میں نظم ونثر کے ذریعے سے نیچریت کا زبردست پرچار کیا ہے۔''

پھر مولانا محمد طیّب دانا پوری لکھتے ہیں:۔

''مسلمانان اہل سُنّت خود ہی انصاف کریں کہ ڈاکٹر صاحب کے مذہب کو سچے دین اسلام سے کیا تعلق؟'' (تجانب اہل سنت از مولانا محمد طیّب دانا پوری صفحہ ۲۸۹) یہ کتاب ۱۹۴۲ء میں چھپی تھی) (بحوالہ رضا خانیوں کی کُفر سازیاں صفحہ ۱۶۲)

تجانب اہل سنت کے صفحہ ۳۳۴ تا صفحہ ۳۴۶ تک بارہ صفحات میں بال جبرئیل اور بانگ درا کے اشعار کے حوالے دیئے گئے ہیں اوران بارہ صفحات میں کم ازکم بارہ بار کافر، زندیق، گستاخ وغیرہ کے ناموں سے یاد کیا ہے۔ صفحہ ۳۳۴ کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔ ''نیچریت کے فلسفی ڈاکٹر اقبال نے اپنے فارسی اور اردو نظموں میں دہریت اور الحاد کا زبردست پروپیگنڈہ کیا ہے۔ کہیں اللہ عزوجل پر اعتراضات کی بھرمار ہے، کہیں شریعت محمدؐیہ اور اسلامی احکام اور عقائد پر تمسخر اور استہزاء اور انکار ہے۔ کہیں اپنی زندیقیت اور بے دینی، فخر کا مباہات کے ساتھ کھلا اقرار ہے۔'' پھر صفحہ ۳۴۵ پر لکھا ہے۔ ''اگر ان اعتقادات کے باوجود بھی ڈاکٹر صاحب مسلمان ہیں، تو قطعی معلوم ہوا، کہ انہوں نے کوئی دوسرا اسلام گھڑ لیا ہے، اور اس کے مطابق وہ مسلمان ہوں گے۔''

جناب عبدالمجید سالک لکھتے ہیں:۔

''سلطان ابن سعود کی تطہیر حجاز کے غلغلے نے ہندوستان کے مسلمانوں کو دو مذہبی کیمپوں میں تقسیم کررکھا تھا۔۔۔ علامہ اقبال سلطان ابن سعود کی حمایت میں بیان دے چکے تھے۔ اور بدعتی علماء ان کے خلاف خار کھائے بیٹھے تھے۔ اتنے میں ایک خوش طبع مسلمان کو دِل لگی سوجھی، اُس نے ایک استفتاء مرتب کر کے مولانا ابومحمد سید دیدار علی شاہ خطیب مسجد وزیر خان لاہور کو بھیج دیا۔ یہ صاحب اپنے شوقِ تکفیر کے لیے بے حد مشہور تھے۔ چنانچہ متعدد اکابر مسلمین کو کافر بنا چکے تھے۔ اس خوش طبع مسلمان نے اپنا نام ''پیرزادہ محمد صدیق سہارنپوری'' تجویز کیا۔ چنانچہ احمد رضا خان کے خلیفہ اور بریلویوں کے ''امام المحد ثین'' مولوی دیدار علی صاحب بانی مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور نے علامہ اقبال مرحوم کو کافر قرار دے دیا اور ساتھ بائیکاٹ کا حُکم دیتے ہوئے فرمایا۔ ''جب تک ان کُفریات سے قایل اشعارِ مذکورہ توبہ نہ کرے اس سے ملنا جُلنا تمام مسلمان ترک کر دیں ورنہ سخت گناہ گار ہوں گے۔'' (ذکرِ اقبال صفحہ ۱۲۷، ۱۲۹، سرگذشتِ اقبال صفحہ ۱۹۱)

پاکستان اور مسلم لیگ کے متعلق چند فتاویٰ ذیل میں پیش کیے جارہے ہیں۔

عطا اللہ شاہ بخاری نے پسرور کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے قائداعظم کو مخاطب کر کے کہا: ''تم کہتے ہو کہ ہم نے پاکستان بنانا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اب تک کسی ماں نے کوئی ایسا بچہ نہیں جنا جو پاکستان تو کجا پاکستان کی ''پ'' کا ایک نقطہ بھی بنا سکے۔''

(روزنامہ حدید نظام لاہور استقلال نمبر ۱۹۵۰ء، ورپورٹ تحقیقاتی عدالت اردو صفحہ ۲۷)

مولانا عطا اللہ شاہ نے ایک دفعہ کہا:

''جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سؤر ہیں سؤر کھانے والے ہیں''۔

(بحوالہ چمنستان صفحہ ۱۶۵)

احراری لیڈروں مولانا محمد علی جالندھری، مولانا عطا اللہ شاہ بخاری، تاج الدین انصاری اور مولانا حبیب الرحمان لدھیانوی نے ہمیشہ پاکستان کو ''پلیدستان'' اور ''خاکستان'' کے ناموں سے پکارا۔ مولانا عطا اللہ شاہ بخاری نے بارہا اعلان کیا کہ ''اب تک کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو پاکستان کی ''پ'' بھی بنا سکے۔

مولانا مودودی صاحب نے کہا تھا۔

''پس جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ مسلم اکثریت کے علاقے ہندو اکثریت کے تسلط سے آزاد ہو جائیں۔ اس کے نتیجہ میں جو کچھ حاصل ہوگا وہ صرف مسلمانوں کی کافرانہ حکومت ہوگی۔'' (سیاسی کشمکش مولانا مودودی۔ حصہ سوم صفحہ ۱۳۲)

مجلس احرار کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ۳ مارچ ۱۹۴۶ء کو دہلی میں ہوا جس میں احراری ملاؤں نے پاکستان کے منصوبے کو رد کر دیا اور اپنی تقریروں میں پاکستان

کو پلیتستان کہا۔ پھر ۱۷ تا ۱۹ مارچ ۱۹۴۷ء کو گوجرانوالہ میں اجلاس ہوا جس میں مسلم لیگ کے خلاف جانے کا فیصلہ ہوا اور اس اجلاس میں مولانا مولانا مظہر علی اظہر نے قائداعظم کے بارے میں زہرافشانی کرتے ہوئے کہا۔

اک کافرہ کے واسطے اسلام کو چھوڑا
یہ قائد اعظم ہے کہ ہے کافر اعظم

(جسٹس منیر انکوائری رپورٹ ۱۹۵۴ء صفحہ ۱۱،۱۲)

یاد رہے کہ ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں احراری لیڈروں نے مسلم لیگی امیدواروں کے خلاف ۱۳ احراری امیدوار کھڑے کیے جو تمام کے تمام ہار گئے تھے۔

چوہدری فضل حق احراری نے کہا تھا کہ ''ہم اس کے سخت خلاف ہیں کہ لاکھوں مسلمانوں کی قربانی دے کر کسی یزید جیسے مسلمان کے لیے تخت سلطنت بچھایا جائے''۔ (تاریخ احرار پہلا ایڈیشن صفحہ ل،م (سید عطاءاللہ شاہ بخاری از شورش کاشمیری صفحہ ۱۰۹ مطبوعہ ۱۱ستمبر ۱۹۵۶ء)

پاکستان ایک خونخوار سانپ ہے جو ۱۹۴۰ء سے مسلمانوں کا خون چوس رہا ہے۔ اور مسلم لیگ ہائی کمانڈ ایک سپیرا ہے۔ (احراری اخبار آزاد کا اداریہ ۹ نومبر ۱۹۴۹ء)

''مسلم لیگ کو دام فریب سمجھ کر دور ہی رہنا چاہتے ہیں۔'' ''ہمیں پاکستان اور اکھنڈ ہندوستان کے دام فریب میں نہ پھنساؤ۔'' ''قومی بوجھ جھگڑا ایسے حال میں شمالی ہند کو پاکستان بنا رہے ہیں۔'' (خطبات احرار صفحہ ۲۲، ۱۰۱، ۱۴۱ بار اوّل)

مولوی ظفر علی خان فرماتے ہیں کہ ''پھر میرٹھ میں مولوی حبیب الرحمان لدھیانوی صدر مجلس احرار اس قدر جوش میں آئے کہ دانت پیستے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ ''دس ہزار جینا اور شوکتؔ اور ظفرؔ جواہر لعل کی جوتی کی نوک پر قربان کیے جاسکتے ہیں۔'' اس پر میں (مولوی ظفر علی خان) نے یاروں کی فرمائش یوں پوری کی۔

کیا کہوں آپ سے کیا ہیں
احرار کوئی لُچّا ہے اور کوئی لُقّہ

(چمنستان مجموعہ منظومات ظفر علی صاحب صفحہ ۱۶۵)

خان عبدالقیوم خان کا شمار بھی پاکستان کے مخالفین میں ہوتا تھا۔ پاکستان بننے کے بعد انہوں نے مذہبی منافرت پھیلا کر اور سیاسی جوڑ توڑ اور سیاسی بلیک کے ذریعے آزاد کشمیر کی وزارت اعلیٰ حاصل کی تھی۔ ان کے متعلق عرفان احمد لکھتے ہیں:۔

''خان عبدالقیوم خان بھی کانگریسی تھا اور اُس نے پاکستان بننے سے تھوڑا عرصہ پہلے ایک کتاب لکھی جس کا نام ''GOLD AND GUN'' تھا۔ جب خان صاحب وزیر اعلیٰ بنا تو اس نے خود اپنی لکھی ہوئی کتاب (BAN) کی اور دکانوں اور گھروں سے اٹھوائی۔'' (پاکستان پہ کیا گزری؟ از عرفان احمد خان۔ اردو ڈاٹ کام)

معزز قارئین! آخر میں ایک حقیقت پر مبنی فکر انگیز مضمون پیش خدمت ہے جو حرف تمنا کے نام سے حکمؔ میں شائع ہوا تھا۔ ارشاد احمد حقانی فرماتے ہیں:۔

''میرے ایک کرم فرما راجہ فتح خان لکھتے ہیں کہ ''جہاں تک نظریہ پاکستان کی بات ہے تو پاکستان کی تاریخ میں یہ جھوٹ قیام پاکستان کے برسوں بعد مُلّا ئیت کی سازش اور جنرل شیر علی کے توسط سے شامل کرایا گیا اور تعلیمی نصاب میں لازمی پڑھنا قرار دلوایا گیا۔ مُلّا ئیت نے پروپیگنڈے کے زور پر اس جھوٹے اور فرضی نظریہ پاکستان کو، وہ بیل باور کرا لیا جس کے سینگ پر سرزمین ٹکی ہوئی ہے۔ منہ بولتی تاریخی حقیقت یہ بھی ہے کہ مُلّا ئیت نے بحیثیت مجموعی مطالبہ پاکستان کی ایڑی چوٹی کا زور لگا کر مخالفت کی۔ کسی نے جناح کو کافراعظم کہا، کسی نے اس وجہ سے حمایت نہیں کی اگر پاکستان بن گیا تو وہاں مسلمانوں کی کافرانہ حکومت ہوگی۔ اور جب پاکستان بن گیا تو کشمیر کے لیے جہاد کو حرام قرار دے دیا۔

دوسرے مُلّا ئیت کے برخلاف قادیانیوں نے بحیثیت جماعت مطالبہ پاکستان کی اعلانیہ حمایت اُس وقت کی جب جماعت اسلامی اپنے جلسوں میں گاندھی کو بلا کر ان سے تقریر کروا رہی تھی۔

قائداعظم کی وفات کے بعد قانون ساز اسمبلی سے قرارداد مقاصد منظور کروائی گئی اور پھر چراغوں میں روشنی نہ رہی۔ تھیوکریسی کے لیے پہلی اینٹ رکھ دی گئی اور اس ٹیڑھی بنیاد پر سیدھی عمارت بننے کا سوال ہی پیدا نہ ہوا۔ اس پر مُلّا ئیت نے گھی کے چراغ جلائے اور مودودی صاحب نے فرمایا کہ قرارداد مقاصد منظور ہونے سے ریاست نے کلمہ پڑھ لیا ہے۔ ریڈیو پاکستان پر مودودی ۲۲ نکات کا پروپیگنڈہ کرتے رہے۔ اس حقیقت کو چھپا لیا گیا کہ یہ ۲۲ نکات پاکستان بننے (اور قائداعظم کی وفات) کے بعد منظور کیے گئے۔ تحریک پاکستان کے دوران تو پاکستان کو ناپاکستان اور قائداعظم کو انگریزوں کا ایجنٹ کہا گیا، احرار نے کہا یا خاکسار نے کہا حتیٰ کہ قائد کو قتل کرانے کے لیے قاتل بھی بھیجے گئے۔ بہرحال مودودی کی 'اسلامی ریاست' میں جماعت اسلامی کا مسلمانوں کو 'مسلمان' بنانے کا پروگرام واضح ہے کہ ایک سال کے اندر صحیح مسلمان بن جاؤ ورنہ خود کو غیر مسلم قرار دے کر دائرہ اسلام سے خود کو خارج سمجھ لو، ذمی ہو جاؤ۔ شاید ہی کوئی مذہبی

فرقہ ہو جس نے باقی فرقوں کو اپنے فتوے سے کافر قرار نہ دے رکھا ہو۔ اس 'کافر سازی' کا ہی نتیجہ ہے کہ آگے چل کر مساجد اور امام بارگاہوں کے در و دیوار عبادت گزاروں کے خُون سے رنگین ہونے لگے اور اب تو مزاروں کو بھی اُڑایا جانے لگا ہے۔

کہاں تو قرارداد مقاصد سے پہلے ملک کا وزیر خارجہ قادیانی اور وزیر قانون ہندو !اور قرارداد مقاصد کے بعد پاکستان کے پہلے انعام یافتہ سائنس دان کی لاش بھی باہر سے چپکے سے پاکستان لا کر دفنانی پڑی کہ قرارداد مقاصد کے مطابق بننے والے باہر سے چپکے سے پاکستان لا کر دفنانی پڑی کہ قرارداد مقاصد کے مطابق بننے والے آئین کے تحت ریاست شہریوں کے عقیدے کا فیصلہ کرنے کی مجاز ہو گئی کہ ریاست کا مذہب اسلام تھا جس نے ڈاکٹر عبدالسلام کی جماعت کو ان کی مرضی کے خلاف 'غیر مسلم' قرار دے دیا تھا۔ مُلّا ئیت اور اس کی پالنہار حکمران اقلیت چونکہ ووٹ کے ذریعے کبھی بھی اقتدار حاصل نہیں کر سکتی اسی لیے یہ مذہب کے نام سے جمہوریت کی مخالفت کرتے ہیں۔ مُلّا ئیت بحیثیت مجموعی ریاست اقتدار پر قابض ہونے کی تمنّائی ہے۔ یہ بہ زور ریاست پر قبضہ کرنے کے پروگراموں اور سازشوں پر عمل پیرا رہتا ہے۔ مصر کے اخوان المسلمین ہوں یا ان کا پاکستانی ایڈیشن جماعت اسلامی یکساں پروگرام ہیں۔ (''حرف تمنا'' حسن ۲۷ جون ۲۰۰۹ء)

(اگلے شمارہ میں اقلیتوں کا پاکستان بنانے میں کیا کردار تھا، بیان ہوگا۔ انشاءاللہ)

خوابوں کے جزیرے (افسانہ نگار۔ نعیم یاد)

وہ نہ جانے کب سے اپنی داستان سنا رہا تھا:

کل شام ہمارے گھر کے دروازے پہ دستک ہوتی ہے اور میں جلدی سے دروازہ کھولتا ہوں۔ گھر کے سامنے تانگہ رُکتا ہے اور ایک شخص اُس تانگے سے بہت سامان اُتار رہا ہوتا ہے۔ اچانک میری نظر اس پہ پڑتی ہے وہ میرے ابو ہی تھے۔۔۔ اور پھر ابو۔۔ ابو کہتے میں اُن سے لپٹ جاتا ہوں۔ وہ فرطِ اشتیاق سے مجھے سینے سے لگاتے ہیں اور پھر تانگے والے کا کرایا چکا کر سامان اندر لاتے ہیں۔ میں جلدی سے اُن کا سامان ٹٹولتا ہوں۔ سامان کئی رنگے برنگے کھلونوں اور کپڑوں سے بھرا ہوتا ہے۔ میری خوشی کی انتہا نہیں رہتی۔ " کیا یہ سب میرے لیے ہیں ابو؟" میں حیرت و خوشی کے عالم میں ان سے پوچھتا ہوں۔ تب وہ میری طرف دیکھتے ہیں اور محبت سے لبریز میرے گالوں کو چومتے ہوئے کہتے ہیں "ہاں میں نے سوچا اپنے بیٹے کے لیے بہت سے کھلونے لاؤں تاکہ وہ ہمیشہ خوش رہے۔ پھر وہ ایک بیگ سے بہت سے کپڑے نکال کر میری ماں کو دیتے ہیں "یہ سب تمھارے لیے ہیں۔ اتنے عرصے بعد لوٹا ہوں نا تو سوچا بہت سی چیزیں لیتا جاؤں۔" وہ بھی خوشی سے سامان لیتی ہیں اور بیگ اُٹھا کر اندر رکھ دیتی ہیں۔ میں فرطِ اشتیاق سے کھلونوں سے کھیلنا شروع کر دیتا ہوں۔ وہ دونوں خوشی سے مجھے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ اچانک مجھے جیسے کسی کمی کا احساس ہوتا ہے۔۔۔

پھر مجھے اپنی بھوک کا احساس ہوتا ہے۔ تب میں کھلونے رکھ کر ابو کی گود میں سر رکھ کے کہتا ہوں، ابو ! کچھ کھانے کو نہیں لائے؟"

وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔ روٹی۔۔۔۔۔ وہ سرگوشی کرتے کہتے ہیں۔

ہاں میں اپنے بیٹے کو بہت کچھ کھلاؤں گا۔ چلو آؤ آج تمھیں باہر ہوٹل سے کھانا کھلاتا ہوں۔ میں خوشی سے جھوم اُٹھتا ہوں۔ کھلونے اندر رکھ کر میں ان دونوں کی انگلی تھامے باہر جاتا ہوں۔ وہ ہم دونوں سے ہنس مکھ باتیں کرتے ہوٹل پہ لے جاتے ہیں۔ راستے میں ماں جی اُن سے اتنے دن نہ آنے کی وجہ سے ناراضگی کا اظہار بھی کرتی ہیں، پر جواب میں وہ مسکرا دیتے۔ اب جیسے ان کی آمد نے سارے خلا پُر کر دیے ہوں۔ ہم ہنسی خوشی ہوٹل میں جاتے ہیں۔ وہ ہوٹل جہاں سے گزرتے ہوئے ہمیشہ میری بھوک کا احساس بڑھ جاتا تھا۔ جس سے اُٹھنے والی لذیذ کھانوں کی خوشبو مجھے احساسِ محرومی کا شکار بناتی تھی آج میں اُسی ہوٹل پہ پوری شان و شوکت سے اپنے ماں باپ کے ساتھ کھانا کھانے والا تھا۔ ہوٹل کا بیرا جو ہمیشہ مجھے گزرتے خار نظروں سے دیکھتا تھا آج بڑے اَدب کے ساتھ ہماری ٹیبل پر آتا ہے اور مسکراتے ہوئے ہم سے پوچھتا ہے " کیا لیں گے سر؟"

میرے ابو مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھتے ہیں مجھے ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے وہ میرے اندر پکتے ہوئے اتنے سالوں کے کرب کا بدلہ لے رہیں ہوں۔ "اس وقت جتنے بھی کھانے ہیں سب ہمارے لیے لگا دو۔ ہمارا بیٹا جو چاہے گا کھا لے گا"

میں خوشی سے اُن کا دمکتا چہرہ دیکھتا ہوں۔ وہ دونوں کتنے خوش تھے۔ ویٹرز حیرت سے کھانا لگانے لگ جاتے ہیں۔

میرے سامنے سبھی مرغن غذائیں پڑی تھیں۔ گوشت کی نہ جانے کتنی اقسام، لذیذ پلاؤ جس میں بڑے بڑے گوشت کے ٹکڑے میری بھوک بڑھا رہے تھے، کئی طرح کے رنگ برنگے جوس سے بھرے گلاس جن کو دیکھتے ہی میری پیاس بڑھ گئی۔ اور پھر پستے باداموں سے سجی کئی طرح کی میٹھی ڈشز۔۔۔۔ مجھے اپنی قسمت پہ رشک آ رہا تھا۔ کیا کبھی کوئی ایسی فیملی ایسے ہوٹل میں گئی ہو گی۔

اس سے پہلے کہ ہم کھانا شروع کرتے وہ دونوں میری طرف مسکراتے ہوئے کہتے ہیں "تم شروع کرو بیٹا ! ہم ابھی آتے ہیں"۔

وہ دونوں اُٹھ کر کہیں باہر جاتے ہیں میں ایک نظر سارے کھانوں پہ ڈالتا ہوں۔۔۔

کتنا کچھ تھا پر وہ کہاں گئے تھے۔۔ یک ایک لمحہ گزرتے کئی لمحے گزر گئے اور پھر ان کی کرسیاں ایسے ہی خالی رہ گئیں۔ میں کھانا چھوڑ کر ان کو ڈھونڈنے لگ جاتا ہوں پر اُن دونوں کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ میں پریشانی سے ڈھونڈ کر تھکا ہارا جب اُسی ہوٹل میں لوٹتا ہوں تب ہر طرف ہوٹل کے بیرے مجھے غصیلی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ احساسِ محرومی کا وہی احساس بڑھ جاتا ہے۔۔

اور پھر یہ کہتے کہتے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتا ہے۔۔ کئی دنوں سے بھوکے اُس بچے کے خواب کا طلسم ٹوٹ گیا تھا۔۔۔

”انتہاپسندی نے سوچ کی تمام راہوں کو بند کردیا ہے“

مشہور دانشور جناب ڈاکٹر مبارک علی منیر انکوائری رپورٹ کا تعارف کرواتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”تاریخ میں وہ قومیں آگے بڑھتی اور ترقی کرتی ہیں جن کے ہاں نئے افکار اور نظریات پیدا ہوتے رہتے ہیں تا کہ وہ بدلتے ہوئے حالات کا مقابلہ کرسکیں۔ جہاں روایت پسندی اور قدامت پرستی افکار و خیالات کو فرسودہ کر دیتی ہے ایسے معاشرے تاریخ کو بار بار دوہراتے رہتے ہیں۔ پاکستانی سماج کے سلسلہ میں ہمیں یہی نظر آتا ہے کہ اس میں جدید تقاضوں کا چیلنج قبول کرنے کے لئے کوئی فکری تحریک نہیں اٹھ رہی ہے اور راسخ العقیدگی و انتہا پسندی نے سوچ کی تمام راہوں کو بند کر دیا ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں مذہب کو سیاسی اقتدار حاصل کرنے کا ایک ذریعہ بنایا گیا ہے اس مقصد کے لئے مذہبی اور غیر مذہبی سیاسی پارٹیاں برابر کہ شریک ہیں۔ اس سلسلہ میں پہلے تو اس بات کو بار بار دوہرایا گیا کہ پاکستان کا قیام مذہب کے نام پر عمل میں آیا اس لئے اسے ایک مذہبی ریاست ہونا چاہیے۔ مذہبی ریاست کا مطلب ہے کہ وہ تمام اقلیتیں کہ جن کا تعلق اکثریتی فرقے سے نہیں ہے انہیں قوم کی تشکیل اور اس کے دائرے سے نکال دیا جائے۔ ہم قوم نہ ہونے کے سبب سے ملک وقوم کے ساتھ ان کی وفاداری مشکوک ہوجاتی ہے اس لئے انہیں نہ تو اعلیٰ انتظامی عہدوں پر مامور کیا جاتا ہے اور نہ فوج میں داخل کیا جاتا ہے۔ اگر یہ مذہبی اقلیتیں اپنے حقوق کی جدوجہد کرتی ہیں تو اسے بغاوت اور شورش سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس لئے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آج کے جمہوری دور میں کہ جہاں ہو فرد کو بنیادی حقوق حاصل ہیں اور جہاں ریاست مذہبی معاملات میں غیر جانبدار ہے کوئی ریاست اس ڈھانچہ کے ساتھ اپنے استحکام کو برقرار رکھ سکتی ہے؟

اس کے نتائج ہمارے سامنے ہیں مذہبی اقلیتوں کو جب پاکستان میں اپنا مستقبل محفوظ نظر نہیں آیا تو اس کے نتیجہ میں اب کے پروفیشنل اور ذہین افراد ملک چھوڑ کے چلے گئے جو باقی رہ گئے ہیں وہ مایوسی اور افسردگی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں انہیں قومی دھارے سے علیحدہ کر کے حاشیہ پر ڈال دیا ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں مذہبی اقلیتوں کے صرف حقوق ہی کو غصب نہیں کیا گیا بلکہ ان کی طاقت، اثر و رسوخ اور توانائی کو ختم کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً ان کے خلاف ہنگامے اور فسادات کرائے گئے تا کہ ان کی معاشی حالت کو تباہ کیا جائے اور نفسیاتی طور پر انہیں انتشار اور غیر یقینی کی کیفیت میں مبتلا رکھا جائے ان فسادات میں گھروں کو لوٹنا۔ دوکانوں کو جلانا۔ مذہبی عبادت گاہوں کی بے حرمتی کرنا، کاروبار کا بائیکاٹ کرنا اور قتل و غارت گری کے ذریعہ خوف و ہراس پیدا کرنا ہوتا ہے۔

منیر انکوائری رپورٹ میں 1953ء میں فسادات کے جن اسباب کا ذکر کیا گیا ہے اس کے تسلسل کو ہم آج بھی دیکھتے ہیں مثلاً مخالفوں کے خلاف فتوے دینا، اشتہارات، پمفلٹوں اور کتابوں کے ذریعہ ان کے نظریات کے بارے میں مبالغہ آمیزی سے پروپیگنڈا کرنا جلسوں، جلوسوں اور اجتماعات میں تقریروں کے ذریعہ لوگوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرنا اور اب اضافے کے ساتھ ٹیپ اور ویڈیو فلموں کے ذریعہ تعصب اور نفرت کو پھیلانا۔

جب بھی فسادات ہوتے ہیں تو اس کے نتیجہ میں جان و مال کا نقصان ہوتا ہے۔ لوگوں کی توانائی ان کاموں میں صرف ہوتی ہے کہ جس سے فائدے کے بجائے نقصان ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی پولیس کے ادارے کو بے جا طاقت استعمال کرنے کے مواقع مل جاتے ہیں، ان کے اور عوام کے درمیان دشمنی اور نفرت کی خلیج حائل ہو جاتی ہیں۔ جب پولیس بھی فسادات کو روکنے میں ناکام ہوجاتی ہے تو فوج کو بلوایا جاتا ہے لہٰذا پولیس اور فوج امن کی علامتیں ہو جاتے ہیں جب کہ عوام شورش پسند اور غنڈے۔

اگر دیکھا جائے تو پاکستان میں پہلا مارشل لاء لگانے کی ذمہ دار مذہبی جماعتیں تھیں جنہوں نے احمدی مخالف فسادات کرائے اور پنجاب میں فوج کو دعوت دی یہ مارشل لاء کی ابتداء تھی اس کے بعد سے مارشل لاء ہماری تاریخ کا اہم حصہ بن گئے۔

منیر انکوائری رپورٹ کے مطالعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ 1950ء کی دہائی تک پاکستان کی ریاست کو یہ احساس ضرور تھا کہ اس قسم کے فسادات کی تحقیق کرائی جائے۔ چنانچہ احمدی فسادات کے کمیشن نے نہ صرف ان فسادات کا تجزیہ کیا بلکہ اس وقت کے علماء سے انٹرویو کر کے ان مذہبی مباحث کو بھی پیش کیا ہے کہ آج تک متنازعہ ہیں۔ اگرچہ فسادات اب بھی ہوتے ہیں لیکن اب ان کا اس گہرائی کے ساتھ تجزیہ کیا جاتا ہے اور نہ ہی تحقیقاتی رپورٹوں کو شائع کیا جاتا ہے۔ اس کی مثال توہین آمیز کارٹونوں کی اشاعت اور فسادات ہیں کہ جن کے بارے میں کسی قسم کی تحقیقات نہیں کی گئی۔ یہ رپورٹ ہمارے سامنے ایک اہم سوال رکھتی ہے کیا ہم آج کی دنیا میں مذہبی انتہا پسندوں کے ساتھ تنہا اور علیحدہ رہنا پسند کریں گے یا موجودہ حالات کے تحت خوف کو بدل کر جمہوریت و مذہبی رواداری کے اصولوں کے تحت دوسری قوموں کے ساتھ چلنا چاہیں گے؟

”بلاتبصرہ“

(برطانیہ کے غریب ترین پیر عظام)

(کالم نگار: جاوید صدیقی)

مشہور کالم نگار جناب جاوید صدیقی صاحب اپنے ایک کالم ”برطانیہ کے غریب ترین پیر عظام“ میں لکھتے ہیں:۔

معزز قارئین! گزشتہ روز صاحبزادہ ضیاء الرحمن ناصر سجادہ نشین آستانہ عالیہ“ کاربادی ریپئر“ مانچسٹر شریف کی تحریر (الرٹ۔کام۔پی کے ۶۲ مئی ۲۰۱ء) میں پڑھنے کا انکشاف ہوا بہت تعجب اور افسوس بھی ہوا کہ دور حاضر میں پیر عظام اپنے کردار کو کس مقام پر لے جارہے ہیں۔۔۔وہ لکھتے ہیں کہ:۔

”انگلینڈ میں مقیم چند پاکستانی پیر صاحبان کی معلوم دولت کا تخمینہ (آف شور دولت اور ٹرسٹ اس میں شامل نہیں)۔۔۔صوفی جنید نقشبندی پوتے صوفی عبداللہ نقشبندی، سجادہ نشین آستانہ عالیہ گھمکول شریف، برمنگھم ایک سو بتیس ملین پاؤنڈ ہیں جو پاکستانی دو سونوے ارب تقریباً ہوں گے۔۔۔پیر سلطان نیاز الحسن باہو، سجادہ نشین آستانہ عالیہ سلطان باہو، برمنگھم۔اسی ملین پاؤنڈ، پاکستانی ایک سو چھہتر ارب روپے تقریباً۔۔پیر سلطان فیاض الحسن باہو، اسسٹنٹ سجادہ نشین آستانہ عالیہ سلطان باہو، برمنگھم تیراسی ملین پاؤنڈ، پاکستانی ایک سو تیراسی ارب روپے تقریباً۔۔پیر نورالعارفین صدیقی، سجادہ نشین آستانہ عالیہ نیریاں شریف، برمنگھم، پاکستانی ستر ملین پاؤنڈ، ایک سو ستر ارب روپے تقریباً۔۔۔پیرزادہ امداد حسین، مہتمم جامعہ الکرم ٹونگھم، چھہتر ملین پاؤنڈ، پاکستانی ایک سو اڑسٹھ ارب روپے تقریباً۔۔۔پیر معروف حسین شاہ نوشاہی، آستانہ عالیہ نوشاہیہ بریڈفورڈ، اڑسٹھ ملین پاؤنڈ، پاکستانی ایک سو پچاس ارب روپے تقریباً (پیر معروف حسین صاحب برطانیہ میں وارد ہونے والے سب سے پہلے پیر ہیں، موصوف اپریل سنہ

پیر نورالعارفین صدیقی، سجادہ نشین آستانہ عالیہ نیریاں شریف، برمنگھم، پاکستانی ستر ملین پاؤنڈ، ایک سو ستر ارب روپے تقریباً۔۔۔پیرزادہ امداد حسین، مہتمم جامعہ الکرم ٹونگھم، چھہتر ملین پاؤنڈ، پاکستانی ایک سو اڑسٹھ ارب روپے تقریباً۔۔۔ پیر معروف حسین شاہ نوشاہی، آستانہ عالیہ نوشاہیہ بریڈفورڈ، اڑسٹھ ملین پاؤنڈ، پاکستانی ایک سو پچاس ارب روپے تقریباً (پیر معروف حسین صاحب برطانیہ میں وارد ہونے والے سب سے پہلے پیر ہیں، موصوف اپریل سنہ انیس سو اڑسٹھ میں برطانیہ تشریف لائے اور اُون کی مل میں مزدوری شروع کی، چند ماہ بعد بریڈفورڈ میں تبلیغ الاسلام کے نام سے ایک مکان میں مسجد بنائی لیکن مریدین کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے اگلے اٹھارہ سال ملوں میں مزدوری ہی کرتے رہے، اس وقت بریڈفورڈ و گرد و نواح میں تیس سے زائد مکانات میں تبلیغ الاسلام کے نام سے مساجد بنا چکے ہیں اور ان تمام پراپرٹیز کے بلا شرکتِ غیرے مالک بھی ہیں لیکن ان مکانات کی مالیت اڑسٹھ ملین پاؤنڈ میں شامل نہیں، پیر صاحب اس لحاظ سے بھی بدقسمت ہیں کہ پاکستان میں کسی بڑی گدی کے سجادہ نشین نہ ہونے کی وجہ سے برطانیہ میں ان کے مریدین کی تعداد ابھی تک بیس ہزار سے کم ہے)۔۔۔۔ پیر سید عبدالقادر جیلانی سابق خطیب ٹیچ بھاٹہ راولپنڈی،

مہتمم دارالعلوم قادریہ جیلانیہ لندن، باسٹھ ملین پاؤنڈ، پاکستانی ایک سو انہتر ارب روپے تقریباً۔۔۔ پیر منور حسین جماعتی سجادہ نشین آستانہ علیہ امیرِ ملت پیر جماعت علی شاہ برمنگھم، ساٹھ ملین پاؤنڈ، پاکستانی ایک سو چونتیس ارب روپے تقریباً۔۔۔ پیر حبیب الرحمٰن محبوب، سجادہ نشین آستانہ عالیہ ڈھانگری شریف، بریڈفورڈ، بتیس ملین پاؤنڈ، پاکستانی اکہتر ارب روپے تقریباً۔۔۔ پیر عرفان مشہدی، سجادہ نشین آستانہ عالیہ بکھی شریف بریڈفورڈ، پیر عرفان شاہ صاحب ان پیروں میں سب سے غریب ترین پیر ہیں کیونکہ ان کی دولت دو ملین پاؤنڈ یعنی پاکستانی صرف چوالیس کروڑ روپے ہے۔ تلک عشرۃ کاملۃ مندرجہ بالا تمام دس پیر صاحبان کا تعلق پاکستان و آزاد کشمیر سے ہے۔ جو برٹش نیشنیلٹی ہولڈر اور برطانیہ میں مقیم ہیں۔ طاہر القادری سمیت وہ تمام پیر صاحبان جنہوں نے اپنی دولت ٹرسٹ (این جی اوز) کے پردے میں چھپائی ہوئی ہے۔ وہ اس لسٹ میں شامل نہیں۔ نیز پاکستان میں مقیم جو پیر صاحبان سالانہ یہاں سے اربوں روپے کے نذرانے بٹورنے کیلئے تشریف لاتے ہیں وہ بھی اس لسٹ میں شامل نہیں۔ مندرجہ بالا دس پیر صاحبان کی اجتماعی دولت سے کئی گنا زیادہ دولت کے مالک'' پیر ہاشم الگیلانی البغدادی'' ہیں، جو آستانہ عالیہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بغداد کے گدی نشین ہیں، یہ پیر صاحب بھی برٹش نیشنلیٹی ہولڈر اور مقیمِ برطانیہ ہیں۔ جیسے پاکستانی نژاد برطانوی پیر کبھی کبھی پاکستان دورہ پہ تشریف لے جاتے ہیں، اسی طرح یہ بھی کبھی کبھی بغداد کے دورہ پہ تشریف لے جاتے ہیں۔

پسِ نوشت!! آج ایک بڑے پیر صاحب کی لیٹسٹ ترین کار جس کی پاکستان میں مالیت دس کروڑ کے قریب ہے، بمپر پہ معمولی اسکریچز ختم کروانے میرے پاس تشریف لائی (پیروں کی گاڑیاں بھی تو مقدس ہوتی ہیں نا) تو سوچا، ذرا غریب ترین پیر صاحبان کی دولت کا امیر مریدین کے سامنے پول کھولا جائے۔۔۔''

معزز قارئین!! حدیث کا ارشاد کیسا صادق ہے کہ'' آخر زمانہ میں دین کا کام بھی درہم و دینار سے چلے گا۔ (معجم الکبیر، ۲۰/۲،۹۷، الحدیث: ۶۶۰) حقیقت تو یہ ہے کہ ان پیران نے اپنی شہرت و مقبولیت کیلئے کمرشل کا سہارا لیا ہوا ہے یعنی الیکٹرونک میڈیا کے ذریعے اپنی خوب سے خوب تشہیر کر کے بڑے روحانی پیر کہلوانے پر خوش ہوتے ہیں۔ اکثر مذہبی چینلز میں اپنے کارندے بٹھائے ہوئے ہیں تاکہ خوب مواقع میسر آسکیں۔ اللہ ہمیں ایسے پیر عظام سے فیض و برکات سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائے جو دنیائے فانی سے دل لگی نہ رکھتے ہوں اور اپنے منصب کو درھم و دینار کی قید سے آزاد ہوں آمین ثم آمین۔۔۔!!

(مضمون نگار جاوید صدیقی۔ بشکریہ اردو نیوز ایشیا۔ ۲۷ مئی ۲۰۲۱)

''کہو کچھ کہ دار پہ ہاں کروں'' (کلام: عطاءِ کریم شآد)

میں یہ کرب کیسے بیاں کروں
کسی دشت کو ہی زباں کروں

یہ جو چار سو ہے اندھیر سا
اِسے کیا سَحَر ہی گماں کروں

کبھی لٹ گئی تھیں جو عصمتیں
کیا انھی کا یاں بھی زیاں کروں

وہی بے کفن مجھے پوچھ لیں
تو وطن ہی اِس کو بیاں کروں

جو رکے تھے یاں کبھی قافلے
انھیں اب کہاں کو رواں کروں

مرا جرم مجھ کو پتا نہیں
کہو کچھ کہ دار پہ ہاں کروں

سبھی انقلاب سِتم پلے
میں یہ شآد کیسے عیاں کروں

بھیڑ بکریوں کا ریوڑ اور بھیڑیے!

وطن عزیز جب سے معرض وجود میں آیا تب سے بیمار سے بیمار تر ہوتا چلا جا رہا ہے، آج کل تو جان کے لالے پڑے ہیں۔ مشرقی پاکستان کو ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو ایسی ہی بیماریوں کا بروقت علاج نہ ملنے کی وجہ سے مرکر بنگلادیش کی صورت میں نئی زندگی ملی تھی۔ بنگالیوں کو آج بھی غداری کا طعنہ دیا جاتا ہے۔ بنگالیوں کی وفاداری اور حب الوطنی کے ضمن میں جسٹس محمد منیر اپنی کتاب ''جناح سے ضیاء تک'' میں لکھتے ہیں کہ ''اسمبلی کی روئیداد سن کر مجھے خیال گزرا کہ آئے دن کے شاکی بنگالی ممبران شاید مشرقی پاکستان کو الگ ریاست بنانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ میں نے ایوب سے ذکر کیا اور اس کے کہنے پر چند برسرآوردہ بنگالی لیڈروں کو گھر بلایا، چائے پلائی اور باتوں باتوں میں پوچھا کہ کیا آپ لوگ علیحدگی چاہتے ہیں؟ اس پر سب کے سب بنگالی بھڑک اٹھے اور یک زبان ہوکر بولے کہ دیکھو منیر! ہم آبادی کے لحاظ سے ملک کا بڑا حصہ ہیں۔ اگر تم لوگ الگ ہونا چاہتے ہو تو اور بات ہے''۔۔ اور معزز قارئین ہم نے الگ ہوکر چھوڑا تھا۔

اچھا معالج صرف مرض کی تشخیص ہی نہیں کرتا بلکہ موت کے منہ میں جاتے مریض کو اچھے علاج سے شفایاب بھی کرتا ہے۔ بدقسمتی سے پاکستان کو قائداعظم کے بعد کوئی بھی لیڈر خواہ سیاسی ہو یا فوجی ایسا نہیں ملا جو اصل بیماری کو سمجھے اور اس کا علاج کرے۔ عجیب بات یہ ہے کہ پاکستانی قوم کے جرنیلوں، بڑے بڑے سیاستدانوں، صحافیوں، ججوں اور دانشوروں کو اچھی طرح علم ہے کہ پاکستان کو کون سا موذی مرض لاحق ہے مگر یہ سب اس بات سے خوفزدہ ہیں کہ یہ مرض انہیں بھی ہلاک کرسکتا ہے۔ (جبکہ سرطان متعدی مرض نہیں ہے) یہی وجہ ہے کہ ہر آنے والا حکمران اور اس کی ٹیم بیماری کا علاج کرنے کی بجائے بیماری میں مزید اضافے کا باعث بنتی ہے۔ اب کنگ میکروں کو نا صرف سوچنا ہوگا بلکہ ایسے معالج لانے ہوں گے جن کے ہاتھ سرجری کرتے ہوئے نہ کپکپائیں، پاکستان کے بدن میں بننے والے سرطان کو جڑوں سے نکال باہر کریں بعد ازاں کیموتھراپی بھی کریں۔ ہمیں امید ہے کہ اب بادشاہ گروں کو عقل آگئی ہوگی اور اب پاکستان نامی ہیر کے علاج کے لیے کھیڑوں کی طرح کسی رانجھے کو نہیں لائیں گے بلکہ نامور سرجنوں کو لائیں گے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو ماس خور لکی کیڑیاں اللہ نہ کرے بچے کھچے ہمارے پیارے وطن پاکستان کو نگل جائیں گی۔

ہیر اور رانجھا کی محبت نے بہت گل کھلائے ہیں، اخلاقیات کو تو سنڈی لگ گئی ہے۔

آیئے معزز قارئین بلا تبصرہ مقامات وارث شاہ سے ہیر کے مکر کی کہانی پڑھتے ہیں۔ اگر اس کہانی میں کہیں پاکستان اور اس کے لیڈران دکھائی دیں تو کچھ نہ کچھ سوچیئے گا ضرور مگر مرنے مارنے کے بغیر۔۔۔ جب ہیر نے مکر کیا کہ اسے سانپ نے ڈس لیا ہے تو کھیڑے رانجھے جوگی کو اس کے علاج کے لئے بلا لائے تھے۔ اس پر وارث شاہ کہتے ہیں۔

''ان بے شعور کھیڑوں کی حماقت تو دیکھو کہ خود باز کے پنجے میں طمعہ دے دیا ہے۔ بھوکے کو کھیر کا رکھوالا مقرر کیا ہے اور رنڈوے سے کہا ہے کہ ہمارے لئے رشتہ تلاش کرو۔ بندر کو پھلیوں کے قریب بٹھا دیا ہے اور سرسوں کے دانے کیڑے مکوڑوں کے آگے بکھیر دیئے ہیں۔ مرغوں کے سامنے اناج دھوپ میں ڈال دیا ہے۔ گیدڑ کو خربوزوں کے کھیت کا چوکیدار بنایا ہے اور کاغذ کی ناؤ بندر کے سپرد کی ہے کہ جاؤ اس میں لوگوں کو دریا کے پار لے جاؤ۔ اونٹ سے باغ لگوا رہے ہیں۔ بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کو بھیڑیے کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا ہے اور شیر سے کہا ہے کہ جاؤ ہماری بھینسیں چرا لاؤ۔ زر ومال کی حفاظت ڈاکو کے سپرد کی ہے اور خود چور سے کہتے ہیں کہ چوری کا سراغ لگاؤ۔ گدھے کو جو کے ڈھیر کا نگران مقرر کیا ہے اور اندھے سے کہا ہے جاؤ لکھ لاؤ۔ سانپ کاٹے کا منتر پڑھنے کے لئے جوگی کو لے آئے یہ نہ سوچا کہ یہ تو الٹا ہیر کو سانپ سے ڈسوا دے گا۔'' (مقامات وارث شاہ)

(وارث شاہ کی ہیر روح، رانجھا تصوف اور کھیڑے شریعت ہیں)

تعلیمات پیغمبر اسلام، ہم اور ہمارا ملک و معاشرہ

(تحریر: ڈاکٹر جہاں گیر حسن مصباحی۔ دہلی۔ بھارت)

آج ہم مسلمان جس ملک، معاشرہ اور ماحول میں جی رہے ہیں، اگر اس تعلق سے غور کریں، تو واضح طور پر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ دو حیثیتوں سے دنیا میں زندگی بسر کر رہے ہیں:

۱۔ اقلیتی حیثیت سے ۲۔ اکثریتی حیثیت سے

ہندوستان، نیپال، چین، جاپان، برطانیہ اور امریکہ جیسے ملکوں میں مسلمان اقلیتی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں اور خطۂ عرب، پاکستان، بنگلہ دیش اور دیگر مسلم ممالک میں اکثریتی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں وہاں ہر طرح کی آزادی حاصل ہونے کے باوجود بہت سے معاملات میں مسلمانوں کو محتاط رویہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے، کیوں کہ یہی مصلحت اور وقت کا تقاضہ ہے، جب کہ ان ملکوں میں جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں، انصاف، غیر جانب داری اور محبت واخوت کو فروغ دینا انتہائی ضروری ہے۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں وہاں اکثریتی انداز میں جینا چاہتے ہیں، یا پھر مقابل اکثریت کے دباؤ کی وجہ سے تشدد پسند ہو گئے ہیں، یا اپنی ناسمجھی، بے صبری اور پریشاں حالی کے سبب سخت اضطراب میں ہیں، کیوں کہ یہ علم ہی نہیں کہ اقلیت میں ہونے کی صورت میں زندگی گزارنے کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا رہنمائی کی ہے؟ جہاں ہم اکثریت میں ہیں وہاں اپنی آمرانہ طاقت کے گھمنڈ میں چور ہونے کی وجہ سے سخت مشکل میں ہیں، کیوں کہ یہ معلوم ہی نہیں کہ اکثریت میں ہونے کی صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح زندگی گزاری ہے؟ مزید یہ کہ اقلیتی مسلمان اپنی جہالت اور سست روی کی وجہ احساس کمتری کے شکار ہیں، تو اکثریتی مسلمان اپنی غیر انسانی حرکت، جانبدارانہ برتاؤ اور متعصّبانہ رویہ کی وجہ سے اپنا مقصد پانے میں ناکام ہے۔

غرض کہ ہم میں سے ہر ایک چاہے وہ اقلیت سے تعلق رکھنے والا ہو چاہے اکثریت سے، اپنا اپنا مقصد پانا تو چاہتا ہے مگر اس مقصد کے حصول کا طریقہ کار کیا ہو، کسی کو بھائی نہیں دیتا اور نہ ہی اقلیت واکثریت دونوں حالتوں میں ہماری ناکامی کے اسباب کیا ہیں اس پہلو پر غور وفکر کرنے کے لیے کسی کو فرصت ہے۔

اس تعلق سے ہمیں سیرت رسول بالخصوص مکی اور مدنی زندگی دونوں کو سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔ چناں چہ جب ہم محسن انسانیت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس سلسلے میں کامل رہنمائی ہوتی ہے اور ہر دو طبقہ (اقلیت واکثریت) کے مشکلات ومسائل کا حل بخوبی مل جاتا ہے۔ اقلیتی طبقے سے تعلق رکھنے والوں کے لیے مکی زندگی بہترین رہنما ہے اور اکثریتی طبقے سے تعلق رکھنے والوں کے لیے مدنی زندگی عمدہ راہبر ہے۔

یہ حقیقت سب جانتے ہیں کہ جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا، تو اس وقت آپ اقلیت میں تھے اور اپنے دینی وجود کو قائم کرنے کے لیے جدوجہد کر رہے تھے، آپ یہ جانتے تھے کہ آپ کو جو دین دیا گیا ہے وہ اپنی صداقت اور برحق ہونے کے اعتبار سے تمام مذاہب پر فوقیت رکھتا ہے، پھر بھی آپ نے نہایت خفیہ طور پر تبلیغ دین کو آگے بڑھایا اور اس سلسلے میں سب سے پہلے ان افراد کو دین کی دعوت دی جو آپ کے سب سے زیادہ قریبی تھے، پھر جیسے جیسے موقع ملتا گیا دین کی دعوت کو عام کرتے گئے، مگر آپ نے کبھی بھی دین کی تبلیغ کے لیے جبر وتشدد یا زور زبردستی کی راہ اختیار نہیں فرمائی اور اللہ تعالیٰ کے اس کلام کو ہمیشہ سامنے رکھا جس میں فرمایا گیا ہے:۔

لَا إِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ۔ (سورۃ البقرہ۔۲۵۶)

یعنی دین میں کوئی جبر نہیں۔

بلکہ جب بھی کسی سے دین کی کوئی بات کہی، تو بڑی نرمی اور پیار ومحبت بھرے انداز میں کہی اور اللہ تعالیٰ کے اس کلام کو برابر سامنے رکھا جس میں ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

ادْعُ إِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِی هِیَ أَحْسَن۔ (سورۃ النحل)

ترجمہ: (لوگوں کو) حسن تدبیر اور حسن کلام سے اپنے رب کی طرف بلاؤ اور اُن سے بحث بھی کرو تو بہتر انداز سے۔

چنانچہ اگر سامنے والا مان جاتا تو ٹھیک، اور اگر کوئی بدسلوکی کرتا، تو بھی آپ اس کے ساتھ عظیم حسن اخلاق کا مظاہرہ فرماتے۔ یہاں تک کہ جو آپ کو ہمیشہ ستاتا اور پریشان کرنے کا کوئی موقع نہیں چھوڑتا، ایسے شخص کے ساتھ بھی بڑی محبت وشفقت اور حسن اخلاق سے پیش آتے۔ گویا جب تک آپ اقلیت میں رہے اپنا کام بڑی خاموشی اور صبر وتحمل سے کیا اور دھیرے دھیرے افراد سازی کی مہم کو آگے بڑھاتے رہے، حالاں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگر چاہتے تو کفار ومشرکین کے خلاف محاذ کھول سکتے تھے، کیوں کہ آپ جس قبیلہ اور جس خاندان سے تعلق رکھتے تھے وہ مکہ میں نہایت ہی اعلیٰ واشرف قبیلہ اور بہادر خاندان تھا۔

لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا، تو صرف اس لیے کہ ایسا کرنا تبلیغی اعتبار سے بہتر نہ تھا۔ اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اقلیت میں رہنے والوں کے لیے ایسے انمول نقوش چھوڑے جنھیں اپنا کر آج بھی وہ ایسی مثالی زندگی گزار سکتے ہیں جو آگے چل کر اُسے اکثریتی طبقہ میں تبدیل کردے۔ کیوں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اقلیت کی حیثیت سے زندگی گزار لی تو ایک دن وہ بھی آیا کہ جب اللہ رب العزت نے آپ کو ہجرتِ مدینہ کا حکم فرمایا، چنانچہ آپ اور آپ کے اصحاب، مدینہ ہجرت کرگئے، جہاں سے آپ نے اپنی اکثریتی زندگی کا آغاز کیا۔ مہاجرین وانصار جو ایک دوسرے کے لیے بالکل نئے تھے، ان کے درمیان مواخات (بھائی بھائی) کا رشتہ قائم کیا، یہ بظاہر مہاجرین وانصار کا رشتہ تھا مگر حقیقت میں یہ پیغام پوری انسانی برادری کے لیے تھا جس کا اثر یہ ہوا کہ مہاجرین وانصار کی اس محبت بھرے رشتے نے غیروں کو بھی دین حنیف قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔

میثاق مدینہ جس میں تین جماعتوں کے درمیان آپسی عہد وپیان کیا گیا کہ ہر تین فریق (مسلمان، کفار ومشرکین اور یہود) سیاسی وسماجی اعتبار سے ایک دوسرے کے معاون ومددگار اور محافظ ہوں گے۔

مکہ کے برعکس مدینے میں مسلمان کی تعداد زیادہ تھی، اگر وہ چاہتے تو جبر وتشدد اور زور زبردستی سے اقلیتی طبقات پر اپنا دین مسلط کرسکتے تھے (جیسا کہ آج بھی کچھ جماعتیں طاقت کے بل پر اپنی بات منوانے میں لگی ہوئی ہیں) مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پسند نہ فرمایا اور اقلیتی طبقہ سے معاہدہ کرکے نہ صرف شہر مدینہ اور اس کے باشندوں کے لیے ترقی کی راہیں ہموار کیں، بلکہ کفار ومشرکین کو بھی سیاسی اور معاشرتی تحفظ فراہم کرکے حکمرانی کا قابل رشک نمونہ پیش فرمایا۔

اسی طرح صلح حدیبیہ کے موقع پر باوجود کہ مسلمان اکثریت میں تھے، لیکن پھر بھی صلح کی اور وہ بھی یک طرفہ شرائط پر، حالاں کہ اس طرح دب کر صلح کرنا بعض صحابہ کرام کو ناگوار بھی گزرا، لیکن اس کے باوجود محسن انسانیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار ومشرکین کی یک طرفہ شرطوں کو مانا، تو صرف اور صرف اس لیے کہ کچھ برسوں تک ہی سہی امن وامان تو قائم ہوگا۔

فتح مکہ کے موقع پر ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ آپ مکہ میں فاتحانہ اور حاکمانہ شان سے داخل ہوتے لیکن اس کے برخلاف جب مکہ میں داخل ہوئے تو عجز وانکساری کی وجہ سے آپ کا سر اس قدر جھکا ہوا تھا کہ آپ کی پیشانی آپ کی اونٹنی قصوا کے اگلے حصے سے لگ رہی تھی، پھر یہ بھی آپ کے اختیار میں تھا کہ اقلیتی طبقہ ہونے کی حیثیت سے جو ناروا سلوک اور ظلم کا رویہ، مشرکین مکہ نے آپؐ اور آپؐ کے اصحاب کے ساتھ اپنا رکھا تھا اس کا بدلہ گن گن کر لیا جائے مگر محسن انسانیت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا، بلکہ آپ اپنے اور اپنے اصحاب کے جانی دشمنوں سے انتقام کے بجائے عام معافی کا اعلان کیا اور انسانیت کی بقا وتحفظ کو یقینی بناتے ہوئے ارشاد فرمایا:-

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ، إِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ۔ (زرقانی علی المواہب)

ترجمہ: آج تم سے کوئی مواخذہ نہیں، اللہ تمھیں معاف کرے، وہی معاف فرمانے والا ہے، جاؤ تم سب آزاد ہو۔

پھر ایک دن وہ تاریخی موقع بھی آیا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر طرح کی غیر انسانی حرکتوں پر پابندی عائد فرمادی اور ایک ایسا نظام قائم کیا کہ جس نے اقلیت واکثریت کا نشان ہی مٹا دیا کہ: اب نہ کوئی عربی رہا نہ کوئی عجمی اور نہ کوئی گورا رہا نہ کوئی کالا، بلکہ سب انسانیت کے دھاگے میں بندھ گئے۔

میرے خیال میں مواخات مدینہ، میثاق مدینہ، صلح حدیبیہ اور فتح مکہ نے انسانیت کی بقاء وتحفظ میں جو بنیادی کردار ادا کیا ہے، اس کی مثال پیش کرنے سے نہ صرف دنیا عاجز ہے، بلکہ اس کا احسان، انسانیت کبھی نہیں چکا سکتی۔

ان باتوں سے یہ اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں ہے کہ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر دو زندگی (مکی ومدنی) ہمیں اس بات کی تعلیم دیتی ہے کہ چاہیے اقلیت میں رہیں چاہے اکثریت میں، بہرصورت سیرت نبویہ سے سبق لینے کی ضرورت ہے،

یعنی اقلیت میں رہیں، تو صبر وضبط سے کام لیں، افراد سازی کریں اور موقع محل کے اعتبار سے خود کو ثابت کریں اور اگر اکثریت میں رہیں، تو ہر امیر غریب، محتاج غیر محتاج اور طاقتور کمزور سب کے ساتھ عدل وانصاف اور ایمان داری و دیانت داری کا مظاہرہ کریں۔ ☆☆☆

Guy Fawkes Day اور سانحۂ پشاور کی برسی

پانچ نومبر کی رات کو برطانیہ کی فضائیں آتش بازی کے دلفریب رنگوں سے جگمگا اٹھتی ہیں۔ برطانوی قوم پانچ نومبر کا دن جشن مسرت کے طور پر مناتی ہے۔اس دن کا پس منظر کچھ اس طرح سے ہے کہ

5 نومبر 1605 میں کیتھولک عیسائی فرقے کے چند لوگوں نے رابرٹ نامی شخص کی قیادت میں پراسٹنٹ فرقے سے تعلق رکھنے والے شاہ جیمز اول کو پارلیمنٹ لارڈز میں ان کے ساتھیوں سمیت قتل کرنے کی سازش کی تھی جسے ناکام بنا دیا گیا تھا۔ برطانوی قوم ہر سال 5 نومبر 1605 کو سازش ناکام بنانے کی خوشی میں FawkesGuy دن مناتی ہے، آتش بازی بھی کی جاتی ہے۔

اس کے بالمقابل پاکستانی قوم اداروں کی ناکامیوں کے دن مناتی ہے۔مثال کے طور پر پشاور میں شہید ہونے والے ڈیڑھ سو سے زائد بچوں کا دن بڑے جوش وجذبے سے ہر سال مناتے ہیں مگر ان اداروں کے متعلق بات کرتے ہوئے سبھی کی زبان جلتی ہے جن کی سستی کی وجہ سے معصوم بچوں کی جان گئی۔سات لاکھ فوج رکھنے کے باوجود غیر ملکیوں نے چار سو اسی ڈرون حملے کیے، ایک بھی ڈرون نہیں گرایا جا سکا۔ یہاں تک کہ غیر ملکی ہیلی کاپٹر ایبٹ آباد سے اسامہ اور ملتان سے ایمل کانسی کو اٹھا کر لے گئے۔اس سستی کی پاداش میں ایک بھی جنرل کو سزا نہیں ہوئی۔نجانے غوری، غزنوی وغیرہ میزائل ہیں بھی یا نہیں۔اگر ہیں تو صرف نمائشی ہیں۔ بڑی طاقتیں آئی ایس آئی کو دنیا کی اول انٹیلی جنس ایجنسی قرار دیتی ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ پشاور واقع ہو یا جی ایچ کیو پر حملہ ہو، کراچی میں نیوی پر حملہ ہو، واہگہ بارڈر پر حملہ ہو، لاہور پولیس لائن وغیرہ وغیرہ پر حملوں میں اس کی کارکردگی صفر رہی ہے۔کاش جرنیل بھی بہادر فوجی جوانوں کی طرح جذبہ حب الوطنی اور جذبہ ایمانی نیز تمنا شہادت رکھتے تو آٹھ ہزار سے زاید بہادر فوجی جوانوں کو موت کے جبڑے سے بچایا جا سکتا تھا۔مزا تو تب تھا جب بیس تیس جرنیل بھی شہادت جیسے عظیم رتبے کو حاصل کرتے۔ مدت سے ہم دیکھ رہے جرنیلوں کی غلط پالیسوں کے نتیجے میں ماں باپ کے لعل، بہنوں کے ویر، سہاگنوں کے سہاگ، بچوں کے باپ اپنی زندگیوں سے ہاتھ دھو رہے ہیں۔اب نوبت یہاں تک آ گئی ہے کہ میری قوم کا کوئی بھی فرد محفوظ نہیں۔اقلیتوں کو مارنا، زندہ جلانا تو معمول بن چکا، بچے، عورتیں تو یوں لگتا ہے کہ جیسے عیاشی کے لیے بنائے گئے ہیں، باپ بیٹوں کے ہاتھوں مر رہے ہیں اور بچوں کو باپ مار رہے ہیں، رشتوں کا تقدس خاک میں مل چکا ہے۔خواجہ سراؤں کو زندہ جلا کر، کبھی تشدد کر کے اس لیے مار دیا جاتا ہے کہ ان پلیدوں کو مارنے سے کرہ دھرتی پاک ہو جائے گی۔ جرنیل، سیاسی و مذہبی لیڈران، منصف، صحافی اور دانشور وغیرہ اپنے فرائض بھول کر فقط اپنی بقا کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ہم انہیں یقین دلاتے ہیں کہ اس بھیانک صورتحال کو تبدیل نہ کیا گیا تو تاریخ سقوط ڈھاکہ کے ساتھ اور بھی بہت کچھ آئندہ نسلوں کو دکھائے گی تب تم سب ذلت ورسوائی کے ساتھ یاد کیے جاؤ گے۔ بنگلا دیش میں آزادی کا جشن منایا جاتا ہے اسے دیکھ کر بھی ارباب اختیار عبرت نہیں پکڑتے۔کیا پاکستانی قوم کے مقدر میں صرف اور صرف مرن ڈے ہی منانے کو رہ گئے ہیں، کبھی تو ایسا ہو کہ ہم بحیثیت قوم اپنے کسی کارنامے پر خوشی کے شادیانے بجائیں، جشن منائیں۔۔ اللہ تعالیٰ میری قوم پر رحم فرمائے، بااختیاروں کو عقل سلیم دے یا دھرتی سے اٹھا لے۔ ☆☆

قائدؒ کی رُوح ہم سے مل کر کتنی شرمندہ ہوگی؟؟

کالم نگار: سید سردار احمد پیرزادہ۔ پاکستان

آج سے ٹھیک 74 برس پہلے ٹھیک آج ہی کے دن 11 اگست 1947ء کو ایک نامور وکیل، جمہوریت کا ایک علمبردار اور ایک عظیم رہنما پاکستان کی پہلی آئین ساز اسمبلی سے خطاب کر رہا تھا۔ ہم نے اُس شخصیت کو قائداعظمؒ کا خطاب دیا اور پھر ہم سب کچھ بھول گئے۔ آج ٹھیک 74 برس بعد بھی قائدؒ کی روح ہم سے سوال کرتی ہے کہ کیا ہمیں ان کا پاکستان کی پہلی آئین ساز اسمبلی سے خطاب یاد ہے جس میں انہوں نے مستقبل کے پاکستان کے بارے میں اپنا ویژن دیا تھا کہ ”اسمبلی پاکستان کی وفاقی قانون سازی کے لیے مکمل، آزاد اور خودمختار باڈی کے طور پر کام کرے۔ حکومت کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ امنِ عامہ کو یقینی بنائے تاکہ عوام کی جانیں، پراپرٹی اور مذہبی عقائد کو ریاست کی طرف سے مکمل تحفظ مل سکے۔ پاکستان میں مذہبی لحاظ سے سب برابر کے شہری ہوں گے۔ ریاست کو اس بات سے کوئی غرض نہیں ہوگی کہ کون کس مذہب سے تعلق رکھتا ہے“۔ قائداعظم محمد علی جناح نے 11 اگست 1947ء کی اِسی تقریر میں انتباہ کیا تھا کہ ذخیرہ اندوز، خوشامدی اور اقرباپرور ملک کے سنگین دشمن ہیں۔ کیا 2021ء کے پاکستان میں جابجا ذخیرہ اندوز، خوشامدی اور اقرباپرور موجود نہیں ہیں؟ قائداعظمؒ نے اپنی اسی تقریر میں رشوت ستانی اور کرپشن کو ایک بہت بڑی لعنت قرار دیا اور اس زہر قاتل کو آہنی ہاتھوں سے روکنے کا حکم دیا تھا۔ گزشتہ 74 برسوں میں قائداعظمؒ کا یہ حکم کیا ہم نے صرف سیاسی مقاصد کے لیے استعمال نہیں کیا؟ عظیم قائدؒ نے دوٹوک الفاظ میں کہا کہ ”اگر ہم پاکستان کی اس عظیم مملکت کو خوش وخرم اور خوشحال بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی مکمل توجہ صرف اور صرف لوگوں اور خاص طور پر غریبوں کی فلاح پر مرکوز کرنا ہوگی۔ ہم اس بنیادی اصول کے ساتھ اپنا آغاز کر رہے ہیں کہ ہم سب ایک مملکت کے شہری اور مساوی شہری ہیں“۔ پاکستان ایک جمہوری تحریک کے نتیجے میں بنا۔ علامہ اقبالؒ، قائداعظم محمد علی جناح اور تحریک پاکستان کے دوسرے رہنما اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ پاکستان میں نظام حکومت جمہوری ہوگا مگر یہاں چار مارشل لاء آ چکے ہیں۔ اِن غیر جمہوری حکومتوں کے ڈکٹیٹر علامہ اقبالؒ، قائداعظم محمد علی جناح اور تحریک پاکستان کے رہنماؤں کو اپنا لیڈر مانتے تھے۔ کیا یہ ایک کھلی منافقت نہیں تھی؟ قائداعظم محمد علی جناح نے برصغیر کے مسلمانوں کے انسانی حقوق کی خراب صورتحال کو دنیا کے سامنے پاکستان کے قیام کے مقدمے کے لیے ایک اہم ترین دلیل کے طور پر پیش کیا۔ یعنی پاکستان کی ریاست اپنے شہریوں کے انسانی حقوق کی ضامن ہوگی۔ اس بارے میں ہم خود فیصلہ کریں کہ 2021ء کی رپورٹوں کے مطابق پاکستان میں انسانی حقوق کی کیا صورتحال ہے؟ پاکستان برصغیر کے مسلمانوں کے لیے بنایا گیا تھا لیکن اس پاکستان میں مسلمانوں کے کئی فرقے

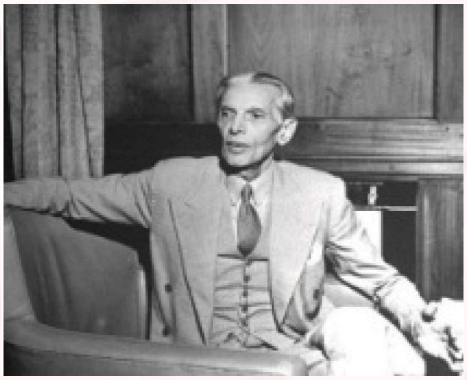

قائداعظمؒ محمد علی جناح

موجود ہیں جو ایک دوسرے کو قبول نہیں کرتے۔ کیا پاکستان اُن مسلمانوں کے لیے بنایا گیا تھا جو مذہبی تعصب پر یقین رکھتے ہوں گے؟ 2021ء کے پاکستان میں لسانی بنیادوں پر علاقے تقسیم ہو چکے ہیں۔ 14 اگست 1947ء کو سامنے آنے والا پاکستان کیا انہی لسانی جھگڑوں کے لیے معرض وجود میں آیا تھا؟ اگست 1947ء سے پہلے کے ہندوستان میں مسلمان تعلیمی میدان میں بہت پسماندہ تھے۔ پاکستان بنانے والوں کا خیال تھا کہ مسلمان اپنے ملک میں رہ کر زیادہ سے زیادہ تعلیم حاصل کریں گے۔ 74 برس گزرنے کے بعد

بھی پاکستان میں تعلیم کا شعبہ حکومت کے لیے کم ترین ترجیح رکھتا ہے اور کاروباری حضرات کے لیے سونے چاندی کی کان ہے۔ یہاں کے شہری اپنی ہمسایہ ریاستوں سے کئی فیصد زیادہ اَن پڑھ ہیں۔ کیا پاکستان جہالت کے

فروغ کے لیے بنایا گیا تھا؟ پاکستان بننے سے پہلے ہندوستان کے مسلمان ہندوؤں کے ہاتھوں اپنے معاشی استحصال کا رونا روتے تھے۔ کیا 2021ء کے پاکستان میں مسلمان ہی مسلمان کا معاشی استحصال نہیں کر رہا؟ اگست

1947ء سے پہلے کے ہندوستان میں ہندوؤں کے ہاتھوں مسلمانوں کی جان، مال، عزت محفوظ نہیں تھی۔ کیا 2021ء کے پاکستان میں سب شہریوں کی جان، مال، عزت اپنے ہی ہم وطنوں کے ہاتھوں محفوظ ہے؟

پاکستان دوقومی نظریئے کی بنیاد پر بنا۔ 2021ء کے پاکستان میں کئی قوموں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ کیا یہ دوقومی نظریئے سے اختلاف نہیں ہے؟

ہمارے ہاں بعض ادیب، شاعر، رائٹر، دانشور، صحافی اور اساتذہ جیسی علمی وادبی شخصیات اپنی نوکریوں اور ملازمت میں توسیع کے لیے اپنے قلم، نظریات اور شرافت وزراء کے قدموں میں رکھنے سے بھی دریغ نہیں کرتیں۔ ہمارے

اِن ادیبوں، شاعروں، رائٹروں، دانشوروں، صحافیوں اور اساتذہ کی یہ منافقت پاکستان کو ادب اور علم و دانش کے میدان میں بہت پیچھے لے گئی۔ پاکستان اس ادبی، علمی اور دانشورانہ منافقت سے کب پاک ہوگا؟ مذکورہ بالا بہت سے قید خانے ایسے ہیں جن میں ہم نے اپنے آپ کو خود قید کر رکھا ہے۔ ان سے آزادی ہی قائداعظمؒ کے 11 اگست والے ویژن کی عملی تصویر ہوگی۔ قائداعظمؒ محمد علی جناح نے اپنی اس تقریر کا اختتام یوں کیا کہ ''میرے رہنما اصول انصاف اور میرٹ ہوں گے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کے تعاون کے ساتھ میں پاکستان کو دنیا کی عظیم ترین قوموں میں سے ایک بننے کی امید کر سکتا ہوں''۔ آج 2021ء کو قائدؒ کی روح ہم سے مل کر کتنی شرمندہ ہوگی؟ کیا کبھی ہم اس پر شرم کریں گے؟ حیا کریں گے؟

چلتے ہو تو بہاماز چلو !!(سفرنامہ)

(زکریا ورک۔ٹورنٹو کینیڈا)

بہاماز Bahamas کا نام ایک عرصے سے سن رکھا تھا چند سال قبل گرمیوں کے ایام میں ہمیں وہاں کی سیر و سیاحت کا موقعہ نصیب ہوا تھا۔ بچپن میں سکول کے زمانے میں گرمیوں کی تعطیلات کے بعد ماسٹر جی کا حکم ہوتا تھا کہ مضمون لکھ کر لائیں جس میں یہ بیان ہو میں نے گرمیوں کی تعطیلات کیسے گزاریں'۔ تو اس سفر نامے کے بہانے ہمیں بچپن میں جو سیکھا وہ بیان کرنے کا موقعہ مل رہا ہے۔

سفر نامے کے شروع میں بہاماز کا محل وقوع بیان کر دیا جائے تو قاری کو سمجھنا آسان ہو جائیگا کہ یہ ٹورنٹو سے کتنا دور ہے۔ بہاماز فلوریڈا ریاست کے شہر میامی سے صرف چالیس میل دور بحر اکاہل میں واقع 127 جزیروں کا نام ہے۔ کیربین کے جزائر میں سے یہ ایک خوبصورت ملک ہے۔ بہاماز سب سے بڑا جزیرہ ہے جس کے دارلخلافہ کا نام ناسا Nassau ہے۔ کرسٹوفر کولمبس اکتوبر 1492ء میں یہاں کے جزیرے Guanahani جزیرے پر اترا تھا۔ یورپین کالونی یہاں 1648ء میں بنی تھی۔ اٹھارویں صدی میں غلاموں کی تجارت کے دوران افریقہ سے غلام لائے گئے اور اس وقت 85 فی صد آبادی انہی غلاموں کی اولاد ہے۔
بہاماز کو برطانیہ سے آزادی جولائی 1973ء میں ملی تھی۔

ہم نے ٹورنٹو سے ہارٹ فورڈ (Hartford) کا سفر کار کے ذریعہ کیا جہاں ہمارا بیٹا عدنان اپنی فیملی کے ساتھ رہتا تھا۔ وہاں کچھ روز اپنے پوتوں کیساتھ پانچ روز گزارنے کے بعد ہم ہارٹ فورڈ ائر پورٹ سے امیریکن ائر لائنز سے میامی گئے۔ ہارٹ فورڈ کا ائر پورٹ چھوٹا ہے جہاں ایک ہفتہ کیلئے کار پارک کرنے کا عمدہ انتظام تھا۔ میامی میں جب ہوائی اڈے پر اترے تو لوگوں کا غم غفیر تھا ہر کوئی افراتفری کے عالم ادھر ادھر بھاگ رہا تھا۔ پتہ چلا کہ ہمیں ٹرین لے کر کسی اور ٹرمنل پر جانا ہے چنانچہ جلد ہی ہم وہاں پہنچ گئے۔ چیکنگ ہوئی اور جہاز میں بیٹھ گئے۔ ائیر ہوسٹس نے اعلان کر دیا کہ ہم نصف گھنٹے میں بہاماز پہنچ جائیں گے اسلئے سوائے پانی کے سفر کے دوران اور کچھ نہ ملا۔ کچھ سال قبل میں نے امریکہ میں جہاز سے سفر کیا تھا اور ہمیں مونگ پھلی کھانے میں دی گئی تھی۔ نصف گھنٹے کے ہوائی سفر کے بعد ہم ناسا پہنچ چکے تھے۔

بہاماز ائر پورٹ اترے اور امیگریشن لائن میں کھڑے ہو گئے۔ ہمارے آگے کوئی چالیس پچاس امیریکن طالب علم تھے جن کو جلد ہی فارغ کر دیا گیا۔ ہمارا کینیڈین پاسپورٹ دیکھ کر امیگریشن آفیسر نے صرف دو سوال کئے: قیام کس ہوٹل میں ہے اور واپسی کب ہے۔ باہر آئے تو گرمی اپنے جوبن پر تھی۔ ایک خاتون پولیس آفیسر نے پوچھا کیا آپ کو ٹیکسی چاہئے؟ مثبت میں جواب ملنے پر اس نے ایک ٹیکسی والے کو اشارہ کیا، اس کا نام اور لائینس پلیٹ نمبر اپنی کتاب میں لکھ کر ہمیں ہدایت کی کہ اس کے ساتھ چلے جائیں۔ دس منٹ میں ہم ہوٹل پہنچ گئے، اور بیس ڈالر امریکن اس کے ہاتھ میں تھما دئے۔ یہاں امریکن ڈالر اور بہاماز ڈالر کا ایک ہی بھاؤ ہے، کئی دفعہ امریکن ڈالر دو تو واپسی میں بہاماز ڈالر مل جاتے ہیں۔

ہمارا ریزارٹ ہوٹل Coco-pulm ساحل سمندر (Beach) سے پانچ منٹ کی واک پر واقع تھا۔ ہر طرف راحت بخش نیلا پانی نظر آ رہا تھا۔ ہر طرف سبز درخت جھاڑیاں اور بعض درختوں پر آنکھوں کو بھاتے رنگ برنگے پھول۔ سڑک پر کافی ٹریفک تھی مگر بڑے عمدہ طریق سے رواں دواں تھی۔ ہوٹل میں چیک ان ہونے کے بعد ہم نے فرنٹ ڈیسک سے پوچھا کہ لذیذ کھانا کہاں مل سکتا ہے۔؟ خاتون نے ہدایت کی باہر سڑک پر جائیں، اور شمال کی طرف جاتی بس میں بیٹھ جائیں اور ڈرائیور کو ہدایت کر دیں کہ Fish Fry Heritage Village اترنا ہے۔ بس کا کرایہ ایک ڈالر تھا۔ اگر چہ بس چھوٹی مگر کافی عمدہ اور ائر کنڈیشنڈ تھی۔ بیس مسافر بیٹھ کر آسانی سے سفر کر سکتے تھے۔ مسافروں نے جب اترنا ہوتا تھا تو وہ بس سٹاپ کا لفظ بولتے اور ڈرائیور بس کھڑی کر دیتا تھا۔ قریب پندرہ منٹ میں فش فرائی ہیرے ٹیج ولیج پہنچ گئے جو بیچ کے قریب ریستورانوں کا مجموعہ تھا۔ یہاں بہاماز کی فش، فرائیز، کریب، جھینگے مل رہے تھے۔ ہم ایک ہوٹل میں گئے جس کی ہمیں تاکید کی گئی تھی، یہ سی فوڈ کے مشتاق لوگوں سے بھرا ہؤا تھا۔ جو ٹیبل ہمیں ملا وہاں بیٹھ گئے۔ خاتون نے آرڈر جلد ہی لے لیا، اب کھانے کا انتظار شروع ہؤا، مگر ایک گھنٹے بعد بھی

کھانا ندارد۔ آخر پوچھ ہی لیا کھانا کب ملے گا تو پتہ چلا کہ یہ لنچ کا وقت تھا اور ہر چیز تازہ تیار کی جارہی تھی۔ میں نے چاول، مٹر اور شرمپ (جھینگے) آرڈر کئے تھے جو واقعی دیکھنے میں پرلطف اور لذیذ تھے۔ مقامی sauce نے تو مزا دوبالا کر دیا۔ ہماری بیگم صاحبہ نے چکن آرڈر کیا تھا یہ بھی ایسا مزیدار تھا کہ بقول کنٹکی فرائڈ چکن finger licking good۔

کھانے کے بعد باہر نکلے تو گرمی جوبن پر تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا گویا سورج سوا نیزے پر آ گیا ہے۔ بس سٹاپ کی طرف چلنا شروع کیا تو پبلک واش روم نظر آیا جو کافی صاف ستھرا تھا اور کسی قسم کی بدبو نہیں تھی۔ یہ بھی گرم ملک ہے مگر پاک و ہند کے پبلک واش روم کا تو نہ ہی پوچھیں۔ خاص طور پر دہلی ریلوے اسٹیشن کا مجھے برا تجربہ ہوا۔ اس کی بدبو اور تعفن ایسی کہ انسان کا دماغ پھٹ جا تا ہے۔ بہاماز میں کہیں مکھیاں نظر نہیں آئیں، کوئی مچھر نہیں، کہیں گاربج کا ڈھیر نظر نہیں آیا۔ صفائی کا خیال ہر کسی کا بزنس تھا۔ لوگ غریب اور مفلوک الحال نظر آتے تھے مگر کسی نے بھیک نہیں مانگی۔ کسی نے ہماری طرف اس نظر سے نہیں دیکھا کہ اس کو کیسے بیوقوف بنا کر پیسے ہتھیا لئے جائیں۔ ہر جگہہ بے خوف وخطر سفر کیا۔ امن وامان ہر جگہہ، پولیس والے بہت کم نظر آئے۔ ہر کوئی اپنے حال پر سان میں خوش تھا۔ سڑکوں کے ساتھ ہر جگہہ دلربا پھولوں سے لدے درخت جو آنکھوں کو استراحت بخشتے تھے۔ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ۔ ہوا صاف کسی قسم کی کثافت نہیں۔ مکانوں اور عمارتوں کو پینٹ کیا ہوٗا تھا۔ سڑکوں پر کوئی گاربج نظر نہیں آیا۔ دکاندار لین دین میں ایماندار، یہ نہیں کہ باہر سے ٹورسٹ آیا ہے اسلئے چیز کی قیمت زیادہ کر دو۔ گروسری سٹورز میں ہر چیز پر قیمت کے سٹکرز لگے ہوئے تھے۔ مرد پتلے اور عورتیں فربہ جسم۔

بس سٹاپ کے پاس برلب شاہراہ فروٹ سٹینڈ تھا جہاں ایک عجوزا کبیر فروٹ بیچ رہی تھی جیسے تربوز، خربوزے، پپیتہ، آم، کیلے اور لیچی کی مانند فروٹ۔ فروٹ بیچنے والی کی حالت قابل زار اور قابل رحم تھی۔ پھٹے پرانے کپڑے، چہرے پر جھریاں، پریشانیوں نے آثار قدیمہ پیدا کئے ہوئے تھے۔ لگتا تھا اس کا تعلق اٹھارویں صدی کے کسی خاندان سے ہے جو افریقہ سے یہاں غلام بنا کر لایا گیا تھا۔ اتنی صدیاں یہاں رہنے کے باوجود اس کی اقتصادی اور معاشی حالت روز اول جیسی تھی۔ ہم نے فروٹ خریدا، اور بس لے کر واپس ہوٹل آ گئے کیونکہ دوپہر کی دھوپ میں ہیٹ سٹروک کا خطرہ تھا۔ ہوٹل سے ایک سٹاپ پہلے ہمیں بڑا گروسری سٹور نظر آ گیا، اترے، واٹر باٹلز، اور دیگر کھانے کے لوازمات خرید لئے۔ پانچ منٹ چلا اور پسینے سے شرابور ہو گیا، دوپہر چار بجے کی دھوپ، چلنا دوبھر ہو رہا تھا، دماغ میں بچپن کا ربوہ گھوم رہا تھا گرمیوں میں جب سکول جاتے اور کوئی درخت مل جاتا تو اس کے نیچے کھڑے ہو کر تھوڑا سستا لیتے، یہی ہم نے یہاں کیا درختوں کا جھنڈ آیا اور ہم ستانے کیلئے رک گئے۔ جس طرف ہمارا چلنے کا رخ تھا دھوپ ہمارے چہروں پر پڑ رہی تھی۔ ارادہ کیا اگلی بار بہاماز کا قصد کیا تو کرسمس کی تعطیلات میں یہاں آئیں گے۔ پانچ منٹ چلنے کے بعد ہمارا ہوٹل آ گیا اور ائیر کنڈیشنڈ کمرے نے جنت کا سماں پیدا کر دیا۔ ہوٹل کا اپنا سومنگ پول تھا جس سے میں نے کما حقہ فائدہ اٹھایا۔

اگلے روز جی چاہا کہ علی الصبح سیر کی جائے اور ساتھ میں اگر کہیں کافی مل جائے تو سونے پر سہاگہ۔ اسلئے میں ہوٹل سے نکل کر ساوتھ کی طرف پیدل چل پڑا۔ قریب دس منٹ کے بعد شاپنگ سینٹر آ گیا جہاں وینڈیز Wendy's کے علاوہ اور شاپس تھیں۔ راستے میں چند مقامی سیاہ فام باشندے چلتے ہوئے ملے، مگر بے خوف و خطر سبک خرامی سے بامقصد ہیلو کہہ کر چلتا گیا۔ مجھے کسی نے نصیحت کی تھی کہ مقامی باشندوں سے زیادہ بات چیت مت کرنا، اور ڈٹ کے سینہ تان کر چلنا۔ وینڈیز میں ناشتہ کیا، پھر برابر میں بڑے گروسری سٹور میں چلا گیا۔ مجھے بیچ ٹاول Beach Towel کی ضرورت تھی حالانکہ ہوٹل والوں نے اپنے ویب سائٹ پر لکھا تھا ٹاول ہم دیں گے۔ میں نے ایک صاف ستھرا بزنس دیکھا، دروازے پر گھنٹی دی تو اس نے دروازہ کھولا۔ نہایت نفیس، صاف ستھری اعلیٰ درجے کی شاپ تھی۔ قلوپطرہ سے ملتی جلتی کلرک بھی نہایت سلجھی ہوئی، میک اپ کیا ہوٗا، اور ادب سے مخاطب ہوتی تھی۔ سولہ ڈالر میں بیچ ٹاول خریدا، کوالٹی ایک دم زبردست۔ شاپنگ سینٹر میں باہر کچھ مقامی لوگ تھے مگر اکثر ٹورسٹ تھے۔ کچھ یہاں مزید خریداری کی اور واپس ہوٹل۔

آج کے متفقہ فیصلے کے مطابق ہم آرام دہ، پرسکون بس نمبر 10A لے کر ڈاون ٹاون پہنچ گئے۔ جتنا عرصہ یہاں رہے بس سے سفر کیا، جو زیادہ پرامن اور سیف تھا۔ شکر ہے میں نے چلنے سے پہلے کرائے کی کار رینٹ نہیں کی تھی۔ بڑی شاہراہ سے ہٹ کر سمندر کی طرف گئے۔ یہ ناسا جزیرے کی ہاربر تھی جہاں اس وقت پانچ بڑے بڑے بحری جہاز cruise ships لنگر انداز تھے۔ یہ کروز شپس اتنے دلکش، دلفریب اور عالی شان تھے کہ انسان ان کی ہیبت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ ایک جہاز میں کم از کم تین ہزار ٹورسٹ سفر کر سکتے تھے۔ ایسے جہاز عموماً میامی سے شروع ہوتے اور کیربین کے چھ جزیروں پر جاتے، ہر جزیرے پر دو یا تین دن رکتے اور آگے روانہ ہو جاتے۔ ہاربر پانی کے ساتھ کھلی شاہراہ تھی جہاں ٹورسٹ

کا ہجوم تھا۔ ایک عورت ناریل بیچ رہی تھی اور اس کا رنگ براؤن نہیں تھا جیسا کہ سٹورز میں ملتا ہے۔ ایک ناریل پانچ ڈالر میں خریدا، اس نے قصاب کی طرح بڑے چاقو کیساتھ اس کو کاٹ کر پانی ہمیں پلا دیا اور باقی کھانے کو دیدیا۔ ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ سمندری گھونگھے، سیپیاں، اور طرح طرح کے سمندری نوادرات کی دکانیں تھیں۔

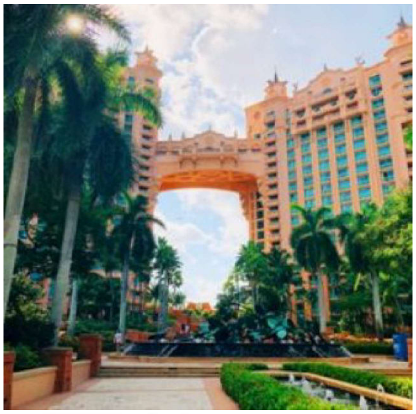

اب ہم شہر کی بڑی شاہراہ (Bay street) پر آ گئے جہاں جیولری، کپڑوں اور نوادرات، کی دکانیں تھیں جو سامان سے بھری ہوئی تھیں۔ جیولری کے آئٹم کی قیمت چار ہزار ڈالر تھی۔ جیولرز زیادہ تر ڈائمنڈ فروخت کر رہے تھے۔ ایک رولیکس کی گھڑی بارہ ہزار ڈالر کی تھی۔ اس سے مجھے اندازہ ہوا کہ یہاں کروز شپس سے جو لوگ خریداری کیلئے آتے ہیں وہ مالدار ہی ہوں گے۔ چنانچہ ہم ایک جیولری شاپ میں گئے، میں تو الگ ہو کر کرسی پر براجمان ہو گیا اور میدان کارزار ہماری مسز کے لئے خالی تھا۔ سیلز گرلز بہت با اخلاق، بامروت اور حوصلے والی تھیں۔ جو چیز طلب کی سامنے لا کر رکھدی۔ مختلف ہار، بالیاں، بندے دیکھنے کے بعد آخر ایک آئیٹم پسند آ ہی گیا، اور خدا کا شکر ادا کیا، ورنہ شکایت سنتے میری شنوائی کم ہو جاتی کہ آپ نے کوئی تحفہ خرید کر نہیں دیا۔ ایک ورائٹی سٹور میں پوتے پوتیوں کیلئے بہاماز کے یادگاری ٹی شرٹ خریدنے گئے تو وہاں اعلیٰ قسم کی سرخ رنگ کی جس میں پیلے رنگ کا ربڑ لگا ہوا تھا، غلیل نظر آ گئی۔ فوراً چودہ ڈالر دے کر خرید لی اور بچپن کی یاد تازہ ہو گئی جب ہم پرندوں کا غلیل سے شکار کیا کرتے تھے۔

برابر میں انڈین ریستوران تھا۔ اس کے مالک کی بیٹی نے ہمیں خوش آمدید کہا مگر اس کے روکھے پن سے پتہ چلا کہ وہ یہاں شاید مکھیاں مارنے پر معمور ہے یا وقت پاس کر رہی ہے، دل اس کا کہیں اور تھا۔ ریستوران کا مالک آیا پتہ چلا کہ وہ راجستھان سے ہیں مگر گزشتہ بیس سال سے کیریبین کے مختلف جزائر پر بزنس کر رہے ہیں۔ کچھ مہینے ہر جزیرے پر گزارتے ہیں۔ جب ہم نے بتایا کہ ہمارا تعلق پنجاب سے ہے تو وہ ہماری ہندی سے بہت متاثر ہوئے اور بلا تکلف داد دی۔ کھانے میں

ہماری ہندی سے بہت متاثر ہوئے اور بلا تکلف داد دی۔ ہم نے توے کی روٹی کی فرمائش کی تھی اور ساتھ میں اچار، چنانچہ دونوں چیزیں مزیدار تھیں۔ توے سے اترا، تازہ تازہ پھلکا، دل باغ باغ ہو گیا۔ باقی کا کھانا کری چکن، سیخ کباب، چٹنی بھی مزیدار تھے۔ دیویندر نے ہمیں بتایا کہ آخری بس سات بجے چلتی ہے، اسلئے جلدی میں ۵۰ ڈالر ادا کئے اور رفو چکر ہو گئے۔ وقت پر پہنچ گئے اور آخری بس مل گئی۔ کچھ روز کے بعد ہم مقامی فوڈ کھانے کے شوق میں ایک ایسے ریستوران میں گئے جن کا دعویٰ تھا کہ ہم لوکل سی فوڈ تازہ بناتے ہیں۔ لوکل فش کے علاوہ شرمپ، اور فش کے پکوڑے واقعی مزیدار تھے۔

ہمارے ہوٹل کے فرنٹ ڈیسک پر کئی قسم کے فلائرز رکھے ہوئے تھے۔ ایک فلائر Flying Cloud Boats کا تھا۔ اس پر لکھا تھا کہ ہم آپ کو سنورکلنگ کیلئے اپنی 57 foot catamaran بوٹ پر لے جائیں گے اور اسکے لئے ضروری سامان مہیا کریں گے۔ اور تو اور یہ کہ وہ ہمیں ہمارے ہوٹل سے پک اپ کر لیں گے۔ فون کیا اور ٹائم 11:30am طے ہو گیا۔ ڈرائیور عین وقت پر پہنچ گیا اور ہم بیس منٹ میں پیراڈائز آئی لینڈ کے اس مقام پر تھے جہاں سے بوٹ نے چلنا تھا۔ پانی کی بوتلیں خریدیں جو صرف ایک ڈالر میں ایک تھی۔ 57 فٹ Cataraman بوٹ میں پندرہ کے قریب لوگ مختلف کونوں میں ٹولیاں بنائے بیٹھے ہوئے تھے جس سے لگتا تھا کہ ہر ٹولی والے آپس میں رشتہ دار ہیں۔ جلد ہی بوٹ Flying Cloud کے کیپٹن نے موٹر چلائی، اس کا ایک نائب تھا جو ساتھ میں کھڑا تھا۔ بوٹ کے پچاس فٹ اونچے بادبان ہوا میں لہلہا رہے تھے۔ بوٹ کے اندر ایک خاتون Marlene اسی ڈالر فی کس ٹکٹ دے رہی تھی، ہم نے بھی خرید لیا۔ یہ خاتون خوش مزاج، مسکراتی، اور گاتی ہوئی کام میں مصروف تھی۔ جوں جوں ہم پیراڈائز جزیرے سے دور ہو رہے تھے، دور سے آبادی مدھم ہوتی نظر آ رہی تھی۔

چند میل اور جانے کے بعد بوٹ رک گئی اور بوٹ میں ہل چل محسوس کی، بچوں بڑوں نے خود کو سنورکلنگ کے ساز وسامان سے لیس کرنا شروع کر دیا تھا۔ میں نے دیکھا بوٹ کے نصف حصہ میں جہاں سنورکلنگ کا سامان تھا لوگ وہاں تیار ہو کر ایک ایک کر کے پانی میں چھلانگ مار رہے تھے۔ مائیکل (کیپٹن کے نائب) نے مجھے بھی سامان دیا اور میں بادل نخواستہ تیار ہو گیا، سامان میں گاگلز، سر کے اوپر نکلتی ہوئی ٹیوب جس میں سے ہوا اندر جاتی تھی۔ منہ کو بند رکھنے کیلئے ایک چیز، تیر کرنے کیلئے ویسٹ vest، اور پاؤں میں ربڑ کے خاص جوتے جو مچھلیوں کے پچھلے حصہ سے ملتے جلتے تھے۔ پانی میں جانے کیلئے ریمپ بنا ہوا تھا، وہ خود پانی میں تھا اس نے مجھے ہوا بھری ٹیوب دی کہ اس کو پکڑ کر پانی میں آ جاؤ۔ اس نے مجھے طریقہ بتلایا کہ غوطہ مارنے کے بعد آنکھیں کھلی رکھیں، منہ بند رکھنا اور سانس ٹیوب میں سے لینی ہے۔ میں نے ہدایات پر عمل کیا غوطہ زن ہو کر نیچے پانی میں دیکھا تو سطح سمندر پر مختلف چیزیں، اور رنگ برنگ کی مچھلیاں تیر رہی تھیں۔ یہ تو کوئی اور ہی دنیا تھی جو سطح سمندر سے نظر نہیں آتی تھی۔ میں کوئی تین منٹ غوطہ زن رہا اور پانی میں شفاف مستور نظارے سے محظوظ ہوتا رہا۔ اس کے بعد اوپر آیا، تو اس نے دوبارہ غوطہ لگانے کو کہا، کئی بار ایسے کیا، ایک بار میرے منہ میں پانی آ گیا جو اتنا نمکین تھا کہ ایسا پانی زندگی میں کبھی غلطی سے بھی نہیں پیا تھا۔ میں نے مائیکل سے کہا کافی ہو گیا اور واپس بوٹ پر آ گیا۔

بہاماز میں مسلمان غلامی کے دور سے رہتے آ رہے ہیں مگر چھپ چھپ کر۔ ساٹھ کی دہائی میں نیشن آف اسلام نے یہاں سینٹر بنانے کی کوشش کی۔ 1980 کی دہائی میں تبلیغی جماعت کا اثر ورسوخ پیدا ہونا شروع ہوا۔ اس وقت 300 کے قریب یہاں مسلمان موجود ہیں۔ اس وقت یہاں مسلمان فرقہ واریت سے بالا ہو کر آپس میں بلا تفریق عقیدہ بھائی بھائی بن کر آباد ہیں۔

بس لے کر واپس ڈاؤن ٹاؤن آ گئے۔ اب غلامی اور آزادی کا میوزیم Museum of slavery and emancipation دیکھنا شروع کیا جو چھوٹی سی عمارت میں واقع تھا۔ عمارت پر Pink paint کیا ہوا تھا اور سامنے دو ستون corinthian columns تھے۔ یہ عمارت 1760 میں تعمیر ہوئی تھی جہاں سے اشیاء کے علاوہ غلام بھی فروخت ہوتے تھے۔ داخلہ صرف پانچ ڈالر۔ یہ میوزیم دیکھ کر اتنا دکھ ہوا کہ غم گین ہو گیا، کیا ایک انسان دوسرے انسان پر اتنا ظلم بھی کر سکتا ہے۔ مختلف ادوار کی افریقن غلاموں کی تصاویر دیواروں پر لگی ہوئی تھیں جن کے ساتھ ان کے بحری جہازوں میں افریقہ سے سفر کے نقشے تھے۔ کمرے کے درمیان میں ہتھکڑیاں، بیڑیاں، لوہے کے بھاری بھر بال، نیز ایذا رسانی کا دیگر سامان شیشے کے بند شوکیس میں رکھا ہوا تھا۔ ایک شوکیس میں ایذا رسانی کا سامان دیکھ کر تو میرا دل دہل گیا۔ ایسا غلام جو سرکش ہوتا اس کے گلے میں لوہے کا رنگ (ring دائرہ) ڈال دیا جاتا، جس کے ساتھ لوہے کی لگی دو سلاخیں ٹخنوں تک آتی تھی جس میں بیڑیاں تھیں۔ اس کے ساتھ ایک ٹن کے قریب لوہے کا بال جو اس کو اٹھا کر چلنا ہوتا تھا۔ طبیعت مکدر ہو گئی۔ واقعی انسان کا سب سے موذی دشمن انسان ہی تو ہے۔

بہاماز کے تمام جزائر میں سے سب سے جنت نظیر جزیرہ پیراڈائز آئی لینڈ ہے جو اسم با مسمّیٰ ہے۔ اس کا اندازہ اس وقت صحیح معنی میں نہیں ہوتا جب تک انسان وہاں جا کر اس کو خود نہ دیکھ لے۔

پیراڈائز آئی لینڈ کی سب سے بڑی ایٹریکشن اٹلانٹس Atlantis ہے جو کہ ہوٹل ریزارٹ اور واٹر پارک ہے۔ اس کی بلند وبالا چھ دلکش عمارتیں دور ہی سے نظر آ جاتی ہیں، پاس پہنچو تو اور بھی پر ہیبت و دلفریب۔ یہاں فریش واٹر اینڈ سالٹ واٹر پولز ہیں جن میں آٹھ ملین پانی ہے۔ آبشاریں ہیں، گالف کورس ہیں، 140 ایکڑ پر پھیلا واٹر پارک ہے جس کا نام acquaventure ہے۔ ایک عمارت کا نام The Cove Atlantis ہے جس میں چھ سو لگژری سوئٹس ہیں جبکہ Reef Atlantis میں 497 سوئٹس ہیں۔ The Royal Towers کے دو ٹاورز آپس میں بہت بلندی پر پل کے ذریعہ جڑے ہوئے ہیں۔ رائل ٹاورز میں ایک سوئیٹ suite کا کرایہ $25,000 ہے۔ یہ سوئٹ دس کمروں پر مشتمل ہے جس میں گولڈ کے صوفے، کوشنز، گلٹ مررز، اور شینڈلیئرز ہیں۔ اس کا لونگ روم پندرہ میٹر (45 فٹ) لمبا ہے جس میں بے بی پیانو رکھا ہوا ہے۔ اس کا فلور چار قسم کے رنگ برنگے سنگ مرمر سے بنا ہے۔ امریکن سنگر آنجہانی مائیکل جیکسن ریلیکس ہونے کیلئے اکثر اس مہنگے سوئٹ میں قیام کیا کرتا تھا۔

ہمارے قیام کا وقت ختم ہونے کو تھا۔ فرنٹ ڈیسک سے اپنے پاسپورٹ لئے اور دو گھنٹے قبل ائرپورٹ پر پہنچ گئے۔ شام کا کھانا ائرپورٹ کے شاندار ریستوران میں کھایا اور اگلی صبح ہم ہارٹ فورڈ پہنچ گئے۔

اگلی بار بہاماز گیا تو ڈالفن کروز ضرور کروں گا جو بلو لاگون آئی لینڈ Blue Lagoon Island میں کیا جاتا ہے۔

☆☆☆☆

ہومیو پیتھک نُسخہ جات

(برائے دردِ بدن و جوڑ)

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ

دردِ بدن و جوڑ

اگر سارے جسم میں دردیں ہوں جو گرمی سے بڑھیں، غم کا رجحان اور مزاج میں نرمی ہو اور رونے کا رجحان ہو۔ پلسٹیلا ۲۰۰

جسم میں دُکھن، بخار کی کیفیت اور ہر چیز سے بیزاری ٹیوبرکولینم کی علامت ہے۔

رات کو مریض کے پاؤں جلیں اور وہ انہیں بستر سے باہر نکال کر ٹھنڈا کرنا چاہے۔(اس پہلو سے پلسٹیلا مشابہ ہے) سلفر ۲۰۰ تین دن روزانہ ایک بار بعد ازاں ہفتے میں ایک یا دو بار۔

اگر سر کی چوٹی، آنکھوں، چھاتی اور دونوں کندھوں کے درمیان جلن ہوتی ہو اور بعض اوقات جسم سے آگ کے شعلے نکلتے ہوئے محسوس ہوتے ہوں۔ سلفر ۲۰۰

وہ لوگ جو کوئلے کی کان میں یا کوئلے سے متعلقہ کام کرتے ہوں ان کی کوئلے کی وجہ سے پیدا ہونے والی بہت سی بیماریوں میں سلفر مفید ہے۔

اگر جوڑوں کے درد کے ساتھ اسہال بھی ہوں، پنڈلیوں اور پاؤں کے تلووں میں تشنج ہو اور پاؤں برف کی طرح ٹھنڈے ہوں تو سٹرونشیم کاربونیکم بھی دوا ہو سکتی ہے۔

گوشت میں ہوا بھر جانے کی وجہ سے جسم پھول جاتا ہو تو برائی اونیا ۲۰۰ اور سلفر ۲۰۰ باری باری ہفتہ میں دو بار اور ساتھ روزانہ تین بار فاسفورس ۳۰ لینے سے فائدہ ہوتا ہے۔(فاسفورس خون کو گاڑھا کر دیتی ہے اس لیے اسے لمبا عرصہ نہیں لینا چاہیے اگر ضروری ہو تو بلڈ ٹیسٹ کرواتے رہنا چاہیے۔)

اندرونی لرزش کے لیے سٹیفی گیریا کے علاوہ جلسیمیم بھی مفید ہے۔(اس کی خاص علامت یہ ہے کہ مریض اندرونی طور پر کپکپاہٹ محسوس کرتا ہے بیرونی طور پر نہیں)

جسم اگر ہر وقت نڈھال رہے۔ ایسڈ فاس ۳۰ طاقت میں روزانہ ۳ بار۔

اگر غدود متورم ہو جائیں، ہاتھ پاؤں سُوج جاتے ہوں اور پاؤں کی انگلیوں میں اینٹھن ہو۔ کروٹیلس

جسم میں درد کے لیے آرنیکا، کاسٹیکم اور برائی اونیا ملا کر ۲۰۰ طاقت میں روزانہ پہلے تین دن ایک بار اور بعد میں ہفتے میں ۳ بار لینا مفید ہے۔

تھکان کے لیے آرنیکا اور برائی اونیا ۲۰۰ ملا کر دن میں ایک دو بار مفید ہے۔

ٹانگ سے پاؤں تک درد جاتا ہو تو لیکیسس ۲۰۰ اور لیڈم ۲۰۰ ملا کر ایک بار روزانہ پہلے تین دن بعد میں ہفتے میں دو بار لینا فائدہ مند ہے۔

ٹانگ کے گوشت میں درد ہو آرنیکا ۲۰۰، برائی اونیا ۲۰۰ اور کاسٹیکم ۲۰۰ ملا کر روزانہ ایک دو بار لینا مفید ہے۔

ٹانگ میں درد اور سوج ہو تو کاربوویج ۳۰ اور ارجنیٹم نائٹریکم ۳۰ ملا کر روزانہ تین بار لینا فائدہ مند ہے۔

دائیں ٹانگ میں بادی کی وجہ سے درد ہو تو لائیکوپوڈیم ۲۰۰ اور بیلاڈونا ۲۰۰ ملا کر صبح اور برائی اونیا ۲۰۰ اور کاسٹیکم ۲۰۰ ملا کر شام کو لینا مفید ہے

اگر ہاتھ پاؤں اور کندھے کے جوڑ میں سوجن اور ہتھیلیوں پر نیلے داغ ہوں آرنیکا، لیکیسس اور لیڈم ملا کر ۲۰۰ طاقت میں روزانہ ایک بار چند دن بعد میں ہفتے میں دو بار لینا مفید ثابت ہوتا ہے۔

اعصابی تکلیف ہو اور سر میں درد ہو، گردن میں درد ہو اور بازو میں بھی درد ہو تو آرنیکا اور جلسیمیم ملا کر ۲۰۰ طاقت میں ہفتے میں دو تین بار اور ساتھ کالی کارب اور سی سی فیوجا ملا کر تیس طاقت میں روزانہ دو تین بار لینا مفید ثابت ہوتا ہے۔

اگر دردیں دن کو بڑھیں۔ سورج نکلنے کے ساتھ تکلیف کا آغاز ہو اور غروبِ آفتاب کے وقت بالکل ختم ہو جاتی ہوں۔ سٹینم

اگر مریض درد کو شدت سے محسوس کرے۔ نیٹرم سلف (مریض جسمانی اور ذہنی لحاظ سے بہت حساس ہوتے ہیں)

جب درد پنڈلی سے کمر کی طرف جاتی ہو نکس وامیکا، سی سی فیوجا اور ہائپریکم ملا کر ۳۰ طاقت میں روزانہ دو تین بار۔

چہرے پر اعصابی درد ہو اور ہڈیوں میں بے حسی کا احساس ہو۔ پلاٹینم

جوڑوں کے درد کے لیے چند مفید نسخے

۱۔ آرنیکا اور رسٹاکس ۲۰۰ طاقت میں ملا کر ہفتہ میں دو تین بار اور ساتھ کالی کارب روزانہ دو بار یا میگنیشیا فاس، نیٹرم میور اور کلکیریا فلور ۶X میں ملا کر دن میں تین بار۔

۲۔ کالو فائلم اور برائی اونیا ملا کر ۲۰۰ طاقت میں ہفتہ میں دو بار اور ساتھ آرنیکا رسٹاکس ۲۰۰ طاقت میں ملا کر ہفتہ میں دو بار۔ نیز بنزوک ایسڈ ۳۰ روزانہ دو بار۔ یہ نسخہ جوڑوں کے درد کی وجہ سے ہونے والی پاؤں کی سوجن کے لیے بھی مفید ثابت ہوتا ہے۔

جوڑوں کا درد

گھٹنوں میں سختی اور اینٹھن کا احساس ہو، کولہوں اور ہاتھ پاؤں کے جوڑوں کی دردوں میں مرطوب موسم میں اضافہ ہوجاتا ہو۔ نیٹرم سلف ۲۰۰ یا ۶X

گھٹنے کی درد کے لیے آرنیکا اور برائی اونیا ملا کر ۲۰۰ طاقت میں ہفتے میں دو تین بار اگر یہ درد بہت پرانی ہوتو برائی اونیا اور آرنیکا ۱۰۰۰ طاقت میں باری باری دس دن کے وقفے سے لینا چاہیے اور ساتھ میں سلفر ۳۰ روزانہ دو بار۔

گھٹنے میں پانی پڑ جائے تو سلفر ۳۰ اور برائی اونیا تیس ملا کر ہفتے میں دو تین بار اور ساتھ فاسفورس ۳۰ روزانہ دو بار لینا مفید ثابت ہوتا ہے۔

اگر مرطوب موسم میں اعضاء کی درد بڑھ جاتی ہو، سردیوں میں جوڑوں میں درد ہو اور بخار میں اعضاء شکنی ہو۔ نیٹرم سلف ۲۰۰ یا ۶X

جوڑوں سے کڑکڑانے کی آوازیں آئیں اور جوڑوں کا درد بالعموم دائیں کندھے سے شروع ہوتا ہو اور بعض اوقات یہیں محدود رہتا ہو، سارے جسم میں رگڑ لگنے کا سا احساس ہو اور چلتے چلتے کوئی ٹانگ اچانک جواب دے جاتی ہو (وقتی کیفیت ہوتی ہے) نیٹرم فاس ۲۰۰ یا ۶X۔

دائیں گھٹنے کے درد کے لیے آرنیکا+۲۰۰ برائی اونیا ۲۰۰ + کاسٹیکم ۲۰۰ مفید ہیں۔ (حرکت اور مالش سے تکلیف بڑھتی ہے اور بائیں گھٹنے کے درد کے لیے آرنیکا، لیکیسس اور لیڈم ملا کر دینا بہترین ہے)

جوڑوں کے عمومی اکڑاؤ کے لیے آرنیکا، لیکیسس اور لیڈم مفید ہیں اگر تکلیف بائیں طرف ہو اور اگر دائیں طرف تکلیف ہو تو آرنیکا، برائی اونیا اور کاسٹیکم ۲۰۰ ملا کر دینا مفید ثابت ہوتا ہے۔ (طریقہ استعمال۔ پہلے ہفتے دن میں تین دفعہ، دوسرے ہفتے دن میں دو بار اور تیسرے ہفتے دن میں ایک دفعہ)

اگر ہاتھوں، کلائیوں، کہنیوں یا پاؤں کے اچانک جواب دے جائیں یا کہنیوں اور کندھوں کے جوڑوں میں جلن اور درد ہو۔ فاسفورس ۳۰

ایسا درد جو جسم کے کسی ایسے عضو کی خالی جگہ پر محسوس ہو جسے بیماری کی وجہ سے کاٹ دیا گیا ہو مثلاً ٹانگ کٹ جانے کے بعد اس ٹانگ کے پاؤں کے انگوٹھے کی جگہ پر مریض ایسا درد محسوس کرے گویا واقعی وہاں کوئی انگوٹھا موجود ہو تو آرنیکا ۲۰۰ اور لیڈم ۲۰۰ بہت مفید ہیں۔ ہائی پیریکم ۳۰ اور سمفائیٹم ۳۰ بھی مفید ہیں لیکن پہلے اُس بیماری کا باقاعدہ علاج ہونا چاہیے جو پہلے موجود تھی۔

جوڑوں کی تکلیف میں لیڈم نہایت مفید ہے۔

مریض کے جسم میں حرارت عزیزی کم ہونے کی وجہ سے جسم ٹھنڈا رہے لیکن بستر کی گرمی برداشت نہ کر سکے اور مریض اپنے پاؤں ٹھنڈے پانی میں رکھنا پسند کرے۔ لیڈم ۲۰۰۔ (لیڈم کے مریض کو گرم ٹکور تکلیف دیتی ہے، جوڑوں کو ٹھنڈک پہنچانے سے آرام ملتا ہے۔ باوجود اس کے کہ مریض ٹھنڈا ہوتا ہے اور اندرونی اور بیرونی طور پر سردی بہت محسوس کرتا ہے۔ ٹھنڈک کے احساس کے باوجود سردی سے آرام اور گرمی سے تکلیف ایک عجوبہ ہے) گھٹنوں کے جوڑوں میں بیٹھ رہنے والی تکلیفوں میں لیڈم مفید ہے۔

(بقایا حصہ اگلے شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں)

اہم اعلان

پیشوا انٹرنیشنل میں ہومیو پیتھک و دیسی نسخہ جات شائع کرنے کا مقصد خدمت خلق اور قارئین کو علاج بالمثل کے فوائد سے آگاہ کرنا ہے۔ کسی بھی ہومیو پیتھک نسخہ یا دیسی ٹوٹکے کو استعمال کرنے سے پہلے کسی مستند ہومیو فزیشن یا حکیم سے مشورہ کرنا ضروری ہے۔ بغیر مشورہ کے نسخہ استعمال کرنا نقصان کا باعث بھی ہوسکتا ہے جس کا ادارہ پیشوا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

(چیف ایڈیٹر۔ رسالہ پیشوا انٹرنیشنل لندن)

شمائل نبوی ﷺ (آنحضرت ﷺ کی صداقت شعاری، امانت و دیانت اور ایفائے عہد) 15

(تحریر و تحقیق: چوہدری ناز احمد ناصر۔لندن)

معزز قارئین کی خدمت میں گزشتہ شمارہ میں پیش کیے گئے مضمون کا بقایا حصہ پیش ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

3۔رسول کریم ﷺ کا ایفائے عہد: قرآن مجید میں عہد کو پورا کرنے پر بہت زور دیا گیا ہے، جیسے فرمایا: ...وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا (سورۃ بنی اسرائیل:35) اور (اپنے) عہد کو پورا کرو۔ (کیونکہ) ہر عہد کی نسبت یقیناً (ایک نہ ایک دن) جواب طلبی ہوگی۔اسی طرح رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے:"جو شخص بغیر کسی جائز وجہ کے کسی معاہدہ کرنے والے کو قتل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا"۔ (ابو داؤد، کتاب الجهاد باب فی الوفاء بالعهد)

نبی کریم ﷺ آغاز سے ہی امانت و دیانت اور ایفائے عہد کا بہت خیال رکھتے تھے۔آپ ﷺ پابندی عہد میں بھی بہترین نمونہ پیش فرمایا ہے۔اس سلسلہ میں چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

الف: نبی کریم ﷺ کی بعثت سے قبل کے واقعات

(1) عہد کی خاطر تین دن تک ایک ہی جگہ پر انتظار: حضرت عبداللہ بن ابی الحمساءؓ کہتے ہیں کہ میں نے زمانہ بعثت سے قبل نبی کریم ﷺ سے ایک سودا کیا۔ کچھ واجب الادا حصہ میرے ذمہ رہ گیا تھا۔ میں نے آپ ﷺ سے طے کیا کہ فلاں وقت اسی جگہ آ کر میں آپ ﷺ کو ادائیگی کر دوں گا مگر میں واپس جا کر اپنا وعدہ بھول گیا۔جب تین روز بعد مجھے اپنا وعدہ یاد آیا تو مقررہ جگہ پر حاضر ہوا۔ وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ اپنی جگہ موجود تھے۔ آپ ﷺ فرمانے لگے:"اے نوجوان! تم نے ہمیں سخت مشکل میں ڈالا، میں تین روز سے یہاں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب فی العدة: 4344)

(2) معاہدہ حلف الفضول میں شمولیت: مکی دور میں بعثت سے قبل حضرت محمد ﷺ معاہدہ حلف الفضول میں شریک ہوئے تھے جس کا بنیادی مقصد مظلوموں کی امداد تھا۔آپ ﷺ فرماتے تھے کہ اس معاہدہ میں شرکت کی خوشی مجھے اونٹوں کی دولت سے بڑھ کر ہے اور اسلام کے بعد بھی مجھے اس معاہدہ کا واسطہ دے کر مدد کے لئے بلایا جائے تو میں ضرور مدد کروں گا۔

(السيرة النبويه لابن هشام جز 1 ص 142.141 مصطفى البابى الحلبى مصر)

ب۔ بعثت نبوی ﷺ کے بعد کے واقعات

(1) معاہدہ حلف الفضول کی پابندی کا واقعہ: دعویٰ نبوت کے بعد کا واقعہ ہے کہ ایک اجنبی "الاراشی" کا حق سردار مکہ، ابوجہل، نے دبا لیا تھا۔اس شخص نے آنحضرت ﷺ سے آکر مدد مانگی۔حضور ﷺ اس کے ساتھ ہو لئے اور معاہدہ حلف الفضول کی پابندی کرتے ہوئے اپنے سخت معاند، ابوجہل، کے دروازے پر جا کر اس مظلوم اجنبی کے حق کا تقاضا کیا۔آپ ﷺ وہاں سے ملے نہیں جب تک اس کا حق دلوا نہیں دیا۔(السيرة النبويه لابن هشام جز 1 ص 142.141 مصطفى البابى الحلبى مصر)

(2) ایفائے عہد کی تکمیل کا واقعہ: حضرت حذیفہ بن یمانؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے بدر میں شامل ہونے میں یہ روک ہوئی کہ میں اور ابوسہلؓ بدر کے موقع پر مکہ سے نکلے۔ ہمیں کفار قریش نے پکڑ لیا اور پوچھا کہ "کیا تم محمد (ﷺ) کے پاس جانا چاہتے ہو؟" ہم نے کہا کہ نہیں، ہم تو مدینہ جا رہے ہیں۔انہوں نے ہم سے عہد لیا کہ ہم جا کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لڑائی میں شامل نہیں ہوں گے، بلکہ سیدھے مدینہ چلے جائیں گے۔ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کر دیا۔آپ ﷺ نے فرمایا:"جاؤ اور اپنا عہد پورا کرو، ہم دشمن کے مقابل پر دعا سے مدد چاہیں گے"۔ (مسلم کتاب الجهاد باب الوفاء بالعهد)

(3) ابوسفیان، سردار قریش، کی گواہی: شہنشاہ روم، ہرقل، نے رسول اللہ ﷺ کا تبلیغی خط ملنے پر اپنے دربار میں سردار قریش، ابوسفیان، کو بلا کر جب بغرض تحقیق کچھ سوالات کئے تو یہ بھی پوچھا تھا کہ کیا اس مدعی رسالت نے کبھی کوئی بدعہدی بھی کی ہے؟ ابوسفیان رسول کریم ﷺ کا جانی دشمن تھا مگر پھر بھی اسے ہرقل کے سامنے تسلیم کرنا پڑا کہ "آج تک اس نے ہم سے کوئی بدعہدی نہیں کی، البتہ آجکل ہمارا اس سے ایک معاہدہ (حدیبیہ) چل رہا ہے، دیکھیں وہ کیا کرتا ہے"۔

ابوسفیان کہتا ہے کہ میں ہرقل کے سامنے اس سے زیادہ اپنی طرف سے کوئی بات اپنی گفتگو میں حضور ﷺ کے خلاف داخل نہ کرسکا۔

(بخاری بدء الوحی)

خداتعالیٰ کی تقدیر دیکھئے کہ رسول کریم ﷺ نے معاہدہ حدیبیہ کی ایک ایک شق پرعمل کر کے دکھایا۔معاہدہ توڑنے کے مرتکب بھی پہلے قریش ہی ہوئے اور پھر عہد شکنی کا انجام بھی ان کو بھگتنا پڑا جبکہ رسول کریم ﷺ نے ایفائے عہد کی برکات سے حصہ پایا اور سب سے بڑی برکت ''فتح مکہ'' ان کو عطا فرمائی۔ صلح حدیبیہ کی ایک شق یہ تھی کہ کوئی مسلمان بھاگ کر مدینے جائے گا تو اسے واپس اہل مکہ کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔اس شق پر مسلمانوں نے تکمیل معاہدہ سے بھی پہلے عمل کر کے دکھایا اور نمائندہ قریش، سہیل بن عمرو، کے ابوجندل کو مکہ سے بھاگ کر آنے پر دوبارہ اس کے باپ کے سپرد کردیا جس نے اسے پھراذیت ناک قید میں ڈال دیا۔

صلح حدیبیہ میں قریش کے نمائندے سہیل بن عمرو نے مسلمانوں کے ساتھ آئندہ دس سال کے لئے معاہدہ امن طے کیا تھا،جس کے مطابق بنوبکر قریش کے حلیف بنے تھے اور بنوخزاعہ مسلمانوں کے،کسی کے حلیف پرحملہ خوداس پرحملہ تصور کیا جائے گا۔

(4) حلیف سے ایفاء اورامداد: صلح کے زمانے میں مسلمانوں کی غیر معمولی کامیابیاں دیکھ کر قریش نے معاہدہ توڑنا چاہا اور قریش مکہ کے ایک گروہ نے اپنے حلیف بنوبکر سے ساز باز کر کے ایک تاریک رات میں مسلمانوں کے حلیف بنوخزاعہ پرحملہ کردیا۔بنوخزاعہ نے خانہ کعبہ میں پناہ لی لیکن پھر بھی ان کے 23 آدمی نہایت بے دردی سے قتل کردیئے گئے۔خودسردار قریش ابوسفیان کو پتہ چلا تو اس نے اس واقعہ کو اپنے آدمیوں کی شرانگیزی قرار دیا اور کہا کہ اب محمد (ﷺ) ہم پرضرور حملہ کریں گے۔ادھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع بذریعہ وحی اسی صبح کر دی۔آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو یہ واقعہ بتا کر فرمایا کہ:''**منشاء الٰہی یہی معلوم ہوتا ہے کہ قریش کی اس بدعہدی کا ہمارے حق میں کوئی بہتر نتیجہ ظاہر ہو**''۔پھر تین روز بعد قبیلہ بنوخزاعہ کا چالیس شترسواروں کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ بنوبکر اور قریش نے مل کر بدعہدی کرتے ہوئے شب خون مار کر ہمارا قتل عام کیا ہے۔اب معاہدہ حدیبیہ کی رو سے آپ ﷺ کا فرض ہے کہ ہماری مدد کریں۔بنو خزاعہ کے نمائندہ عمرو بن سالم نے اپنا حال زار بیان کر کے خدا کی ذات کا واسطہ دے کر ایفائے عہد کی طرف توجہ دلاتے ہوئے عرض کیا:

یَا رَبِّ اِنِّی نَاشِدًا مُحَمَّدً
حَلْفَ اَبِیْنَا وَ اَبِیْهِ الْاَتْلَدَا

یعنی اے میرے رب!میں محمد ﷺ کو تیرا واسطہ دے کر مدد کے لئے پکارتا ہوں اور اپنے آباء اور اس کے آباء کے پرانے حلف کا واسطہ دے کر عہد پورا کرنے کا خواستگار ہوں۔خزاعہ کی مظلومیت کا حال سن کر رحمۃ العالمین ﷺ کا دل بھر آیا،آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔آپ ﷺ نے ایفائے عہد کے جذبہ سے سرشار ہوکر فرمایا:''اے بنوخزاعہ!یقیناً تمہاری مدد کی جائے گی،اگر میں تمہاری مدد نہ کروں تو خدا میری مدد نہ کرے،تم محمد(ﷺ) کو عہد پورا کرنے والا اور باوفا پاؤ گے،تم دیکھو گے کہ جس طرح میں اپنی جان اور بیوی بچوں کی حفاظت کرتا ہوں اسی طرح تمہاری حفاظت کروں گا''۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جز4ص86مطبوعہ بیروت)

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے بنوبکر کے ساتھ کیا گیا عہد پورا فرمایا اور دس ہزار قدوسیوں کو ساتھ لے کران پر ہونے والے ظلم کا بدلہ لینے نکلے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مکہ کی شاندار فتح عطا فرمائی۔

(السیرۃ الحلبیہ جز3ص83تا85 مکتبہ داراحیاالتراث العربی بیروت)

(5) سراقہ سے ایفائے عہد: ہجرت مدینہ کے سفر میں سو اونٹوں کے انعام کے لالچ میں رسول اللہ ﷺ کا تعاقب کرنے والے سراقہ بن مالک کی روایت ہے کہ جب میں تعاقب کرتے کرتے رسول کریم ﷺ کے قریب پہنچا تو میرا گھوڑا بار بار ٹھوکر کھا کر گرجاتا رہا،تب میں نے آواز دے حضور ﷺ کو بلایا اور حضور ﷺ کے ارشاد پر ابوبکرؓ نے مجھ سے پوچھا:''آپ ہم سے کیا چاہتے ہو؟''۔میں نے کہا:مجھے آپ امن کی تحریر لکھ دیں۔انہوں نے مجھے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر وہ تحریر لکھ دی اور میں واپس لوٹ آیا۔فتح مکہ کے بعد جب حضور ﷺ حنین سے فارغ ہوکر جعرانہ میں تھے،میں حضور ﷺ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔

حضور ﷺ انصار کے ایک گھوڑ سوار دستے کے حفاظتی حصار میں تھے، وہ مجھے پیچھے ہٹاتے اور کہتے تھے کہ تمہیں کیا کام ہے؟۔ حضور ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار تھے، میں نے اپنا ہاتھ بلند کر کے وہی تحریر رسول اللہ ﷺ کو دکھائی اور کہا کہ میں سراقہ ہوں اور یہ آپ ﷺ کی امن کی تحریر ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''آج کا دن عہد پورا کرنے اور احسان کا دن ہے''۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''سراقہ کو میرے قریب کیا جائے''۔ میں آپ ﷺ کے قریب ہوا اور بالآخر آپ ﷺ سے ملاقات کر کے اسلام قبول کر لیا۔(السیرۃ النبویہ لابن ھشام جز2ص 34,35)

(6) مسلمان عورت کے عہد کا پاس: رسول کریم ﷺ نے ایک مسلمان عورت کے عہد کا بھی پاس کیا ہے۔ ام ہانیؓ بنت ابی طالب نے فتح مکہ کے موقع پر رسول کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ انہوں نے اپنے سسرال کے بعض مشرک لوگوں کو پناہ دی ہے، حالانکہ حضرت علیؓ اس کے خلاف تھے۔

کے بعض مشرک لوگوں کو پناہ دی ہے، حالانکہ حضرت علیؓ اس کے خلاف تھے۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے ام ہانی! جسے تم نے امان دے دی، اسے ہم نے امان دے دی''۔(ابو داؤد کتاب الجهاد باب فی امان المرء ة)

(7) سفیر کے عہد کا پاس: ابورافع قبطیؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھے قریش نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سفیر بنا کر بھجوایا۔ رسول کریم ﷺ کو دیکھ کر میرے دل میں اسلام کی سچائی گھر کر گئی۔ میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! میں قریش کی طرف لوٹ کر واپس نہیں جانا چاہتا''۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں عہد شکنی نہیں کرتا اور نہ ہی سفیر کو روکتا ہوں، آپ اس وقت جائیں، پھر اگر بعد میں یہی ارادہ ہو کہ اسلام قبول کرنا ہے تو وہاں جا کر واپس آ جانا''۔ چنانچہ یہ قریش کے پاس لوٹ گئے اور بعد میں آ کر اسلام قبول کر لیا۔(ابو داؤد کتاب الجهاد)

مسجد نبوی کی تعمیر تقویٰ اور طہارت کی بنیادوں پر ہوئی تھی!!

دو یتیم مسلمان بچوں سہل اور سہیل کی ملکیت زمین پر مسجد نبوی تعمیر کی گئی تھی۔ ایک روایت کے مطابق اس زمین کی رقم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ادا کی تھی۔ جگہ کو ہموار کر کے اور درختوں کو کاٹ کر مسجد نبویؐ کی تعمیر شروع کی گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دعا مانگتے ہوئے سنگ بنیاد رکھا اور جیسا کہ قبا کی مسجد میں ہوا تھا صحابہؓ نے معماروں اور مزدوروں کا کام کیا جس میں کبھی کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی شرکت فرماتے تھے۔ بعض اوقات اینٹیں اٹھاتے ہوئے صحابہ حضرت عبداللہ بن رَواحہ انصاری کا یہ شعر پڑھتے تھے کہ هَذَا الْحِمالُ لَا حِمالَ خَيْبَر، هَذَا أَبَرُّ رَبَّنَا وَأَطْهَرُ.. '' یعنی یہ بوجھ خیبر کے تجارتی مال کا بوجھ نہیں ہے جو جانوروں پر لد کر آیا کرتا ہے۔ بلکہ اے ہمارے مولیٰ! یہ بوجھ تقویٰ اور طہارت کا بوجھ ہے جو ہم تیری رضا کے لیے اٹھاتے ہیں۔'' اور کبھی کبھی صحابہ کام کرتے ہوئے عبداللہ بن رَواحہ کا یہ شعر پڑھتے تھے کہ اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْاَجْرَ اَجْرُ الْاٰخِرَه، فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَه.. یعنی ''اے ہمارے اللہ! اصل اجر تو صرف آخرت کا اجر ہے پس تُو اپنے فضل سے انصار اور مہاجرین پر اپنی رحمت نازل فرما۔'' جب صحابہ یہ شعر پڑھتے تھے یا اشعار پڑھتے تھے تو بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی آواز کے ساتھ آواز ملا دیتے تھے اور اس طرح ایک لمبے عرصہ کی محنت کے بعد یہ مسجد مکمل ہوئی۔ مسجد کی عمارت پتھروں کی سلوں اور اینٹوں کی تھی جو لکڑی کے کھمبوں کے درمیان چُنی گئی تھی۔ اس زمانے میں مضبوط عمارت کے لیے یہ رواج تھا کہ لکڑی کے بلاک کھڑے کر کے، کھمبے بنا کر یا pillar بنا کر اس کے اندر یہ اینٹیں اور مٹی کی دیواریں لگائی جاتی تھی تاکہ مضبوطی قائم رہے۔ یہ اس کا سٹرکچر (structure) ہوتا تھا اور چھت پر کھجور اور تنے اور شاخیں ڈالی گئی تھیں۔ مسجد کے اندر چھت کے سہارے کے لیے کھجور کے ستون تھے اور جب تک منبر کی تجویز نہیں ہوئی، وہ منبر جہاں کھڑے ہو کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیا کرتے تھے انہی ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے وقت ٹیک لگا کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ مسجد کا فرش کچا تھا اور چونکہ زیادہ بارش کے وقت چھت سٹکپے لگتی تھی اس لیے ایسے اوقات میں فرش پر کیچڑ ہو جاتا تھا۔ چنانچہ اس تکلیف کو دیکھ کر بعد میں کنکریوں کا فرش بنوا دیا گیا۔ چھوٹے چھوٹے پتھر وہاں ڈالے گئے۔ شروع شروع میں مسجد کا رخ بیت المقدس کی طرف رکھا گیا تھا لیکن تحویل قبلہ کے وقت یہ رخ بدل دیا گیا۔ مسجد کی بلندی دس فٹ تھی۔ اور طول ایک سو پانچ فٹ (لمبائی ایک سو پانچ فٹ تھی) اور عرض 90 فٹ کے قریب تھا (چوڑائی جو تھی نوے فٹ تھی) لیکن بعد میں اس کی توسیع کر دی گئی۔ یہ بھی جو 105 فٹ اور 90 فٹ کا رقبہ بنتا ہے یہ تقریباً پندرہ سولہ سو نمازیوں کے لیے جگہ بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ ہمیں بھی تقویٰ اور طہارت پر قائم رہتے ہوئے زیادہ سے زیادہ مساجد بنانے اور انہیں آباد کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔ (بحوالہ ۱۵ مارچ ۲۰۱۹ء۔۔۔ مرسلہ ناثمرین صاحبہ۔ لندن)

آوارگانِ دشتِ خار (قسط 26)

جہاں عصرِ حاضر کے مسلمانوں کی حالتِ زار دیکھ کر ہر اُس مسلمان کا دِل خُون کے آنسو رو رہا ہے جس کے بدن میں اللہ اور اُس کے رسول کی محبت خُون کی طرح دوڑ رہی ہے وہاں علماء سُوء جو اُمّت مسلمہ کو اِس نہایت دردناک صورت حال سے دوچار کرنے والے ہیں نہایت ڈھٹائی اور بے شرمی کے ساتھ اصلاحِ اُمّت کے نام پر فرقہ بازی اور تکفیر بازی کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں، اللہ اور رسول ﷺ کے نام پر خُون کی ہولی کھیل رہے ہیں۔ اِن اسلام کے جھوٹے ٹھیکیداروں کی بے لگام تحریروں اور تقریروں نے جہاں کلمہ طیّبہ پڑھنے والوں کو کُفر کی بھٹی میں جھونک دیا ہے وہیں ایک دوسرے کے خُون کے پیاسے بھی بنا دیا ہے۔ کل تک یہ فرقہ بازی کے مقابلے مولانا لوگ اپنی اپنی مسجدوں میں کیا کرتے تھے یا موٹی موٹی کتابیں تحریر کی جاتی تھیں جو کُفر کے فتووں، بُرے الفاظ اور اخلاقی گراوٹ کا شاہکار ہوتی تھیں۔ اب یہ کارِ گناہ اسلام کے نام پر بنائے جانے والے ٹی وی چینلز پر بھی ہو رہا ہے۔ آوارگانِ دشتِ خار میں ذکر ہو گا ان نام نہاد مولویوں کا جو اُمتِ مسلمہ کو گُھن کی طرح کھا رہے ہیں۔ جو جُبے اور دستار میں ملبوس عالموں کے بھیس میں عامتہ الناس کو گُمراہ کر رہے ہیں کبھی فرقوں کے نام پر، کبھی عقیدوں کے نام پر اور کبھی سیاست کے نام پر۔ اور آوارگانِ دشتِ خار میں ذکر ہو گا اُن مذہبی جنونیوں کا جو اپنی پسند کا اسلام نافذ کرنا چاہتے ہیں تا کہ انسانوں کی گردنیں مذہب کے نام پر کاٹی جا سکیں۔ آوارگانِ دشتِ خار لکھنے کا مقصد اُن عوامل اور مذہبی جنونیوں کے چہرے سے نقاب اُٹھانا ہے جنکی تفسیروں اور تقریروں نے اُمّتِ مسلمہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور جن کی تفرقہ بازیوں نے کلمہ گو مسلمانوں کی اخوت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ آوارگانِ دشتِ خار میں ذکر ہو گا اُن نام نہاد علماء کا، پیروں کا اور اُن نام کے مسلمانوں کا جو بد دیانتی اور ناانصافی کرتے ہیں اور دم بھرتے ہیں اسلام کا۔ آوارگانِ دشتِ خار لکھنے کا مقصد قطعاً کسی کا دل دکھانا مقصود نہیں ہے، صرف اور صرف اصلاح احوال کے لیے کوشش کرنا ہے۔

اقبال اور اسلامی معاشرہ

جناب الطاف حسین اپنی کتاب ''اقبال اور اسلامی معاشرہ'' لکھتے ہیں:۔

اسلام میں اجتہاد کا دروازہ بند کر دینا اسلام کے خلاف افتراء ہے فقہ کے بعد حضرت علامہ (اقبال) احادیث کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلی کا نقطہ نظر پیش کرتے ہیں جو ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

''رسول وحی کے اصولوں کا نفاذ اپنی قوم کی عادات و خصائل اور رسوم و رواج کی روشنی میں کرتے ہیں اس طریق کار کی رو سے رسول کے احکام اس قوم کے لئے خاص ہوتے ہیں ان احکام کو آنے والی نسلوں پر من و عن نافذ نہیں کیا جا سکتا یہی وجہ تھی کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے اپنی فقہہ کی تدوین میں حدیثوں سے کام نہیں لیا۔''

اس کے بعد حضرت علامہ (اقبال) فرماتے ہیں:۔

''ان حالات کی روشنی میں میں بھی یہ سمجھتا ہوں کہ ان احادیث کے متعلق جن کی حیثیت قانونی ہے امام ابو حنیفہ کا طرزِ عمل معقول اور مناسب تھا اور اگر آج کوئی وسیع النظر مقنن یہ کہتا ہے کہ احادیث ہمارے لئے من و عن شریعت کے احکام نہیں بن سکتیں تو اس کا طرزِ عمل امام ابو حنیفہ کے طرزِ عمل سے ہم آہنگ ہو گا جس کا شمار فقہہ اسلامی کے بلند ترین مقننین میں ہوتا ہے لیکن جائے حیرت ہے کہ موجودہ حنفی علماء نے خود اپنے مکتب فقہہ کے خلاف امام ابو حنیفہ اور ان کے رفقاء کے فیصلوں کو ابدی اور غیر متبدل قرار دے رکھا ہے بعینہ اسی طرح امام ابو حنیفہ پر تنقید کرنے والوں نے ان فیصلوں کو ابدی اور غیر متبدل قرار دے لیا تھا جو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام میں پیش آمدہ مقدمات کے سلسلے میں نافذ ہوتے تھے۔''

حضرت علامہ (اقبال) مسلمانوں کی عبرتناک پسماندگی اور حقیقی اسلامی معاشرے کی عدم موجودگی کے متعلق سعید حلیم پاشا سے جو ترکی کے بہت بڑے عالم اور دانشور تھے دریافت کرتے ہیں کہ:۔

''آپ نے اسلامی معاشرے کے متعلق جملہ کوائف کی وضاحت کر دی ہے مگر کیا وجہ ہے کہ وہ اسلامی معاشرہ معرض وجود میں نہیں آتا بلکہ اس کی جھلک تک بھی نظر نہیں آتی دیگر مسلمان کیوں اس قدر مردہ اور بے روح ہو گئے ہیں کہ تاتاری اور کرد جیسے بہادر بھی اب افسردہ اور پژمردہ بلکہ چلتی پھرتی لاشیں بن چکے ہیں۔ کیا مسلمان واقعی مردہ ہو چکا ہے یا قرآن بے اثر اور بے روح ہو چکا ہے؟''

علامہ (اقبال) کے ان تجسس آمیز سوالات کے جو جوابات حضرت سعید حلیم پاشا نے دیئے ہیں ان کا مفہوم پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

حضرت سعید حلیم پاشا رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔

''اللہ تعالی کا دیا ہوا سچا اور بہترین نظام حیات بدیں وجہ بدنام ہو چکا ہے کہ ملا نے مومنین کی تکفیر کا مشغلہ اختیار کیا ہوا ہے۔

ہماری نگاہ میں تو خدا کی رحمت کی چند بوندیں ایک بحر زخار کی حیثیت رکھتی ہیں لیکن ملا کی نظر میں اللہ تعالی کی رحمتوں کا موجیں مارتا ہوا سمندر چند قطروں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ یہ رحمتوں کا بحر بے پایاں ہمیں قرآن حکیم عطا کرتا ہے اور ملا اس سے بے خبر ہے ملا کی بوالعجبیوں اور بے سروپا باتوں کی وجہ سے حضرت جبرائیل امین کو اس کی عقل و دانش پر ماتم کرتے دکھایا گیا ہے۔ ملا کا دل عالم بالا کے جواہر پاروں سے جو قرآن حکیم میں درج ہیں بالکل بے بہرہ ہے اور اس کے نزدیک کتاب اللہ جو حکومتوں اور انسان کی زندگی کے لئے ابدی اور اٹل قوانین کا بے نظیر مخزن و معدن ہے قصے کہانیوں کی کتاب ہے وہ نبی اکرم کے لائے ہوئے نظام زندگی کی عظمتوں کو سمجھنے سے قاصر ہے اور ملا میں وسعت قلب و نگاہ مفقود ہے یہ کورمغز بد مذاق اور فضول باتیں کرنے والا ہے اور اس کے قال واقوال سے ملت اسلامیہ جو ایک اکائی تھی ٹکڑوں میں بٹ کر انتشار و تشتت کا شکار ہو گئی ہے۔ یہ ملا اور اس کے مکتب کے لئے قرآن حکیم کے اسرار و مطالب ایسے ہیں جیسے ایک مادر زاد اندھے کے لئے سورج کی روشنی نا قابل فہم چیز ہے۔ کافر تو شب و روز جہاد کی تیاریوں میں مصروف ہیں لیکن یہ ملا مسلمانوں میں افتراق و انتشار اور عناد و فساد پیدا کرنا اپنا مسلک زندگی تصور کرتا ہے۔'' (اقبال اور اسلامی معاشرہ از الطاف حسین)

بے گناہ کو جلانے سے زیادہ گستاخی کیا ہوگی؟

جس شخص کو صحیح کلمہ پڑھنا نہیں آتا، قل ھو اللہ پڑھنا نہیں آتا وہ بھی فتوے جاری کر رہا ہے، دنیائے اسلام میں یہ کہیں نہیں ہے۔ مسلمانوں کا مرکز ہے وہاں سعودی عرب میں مکہ، مدینہ، وہاں امام حرمین فتوی جاری نہیں کر سکتے جب تک مفتی اعظم اس کی تصدیق نہ کریں۔ ہمارے ہاں کوئی نظام ہی نہیں ہے۔ نہ دین ہمارے پاس رہا نہ دنیا ہمارے پاس رہی۔ جس آگ میں ہم جل رہے ہیں اس کو بھڑکنے میں چالیس سال لگے ہیں۔ رحمتہ للعالمین کا نام لے کر ایک بے گناہ انسان کو جلانے سے زیادہ گستاخی کیا ہوگی؟ اس واقع سے میرا دین میرا مذہب بدنام ہوا۔ سری لنکا میں موجود مسلمانوں کو ہم نے خطرے سے دوچار کر دیا ہے۔ (مولانا طاہر اشرفی۔ سیاست۔ پی۔ کے ۷ دسمبر ۲۰۲۱ء)

تبلیغی جماعت دہشتگردی کا دروازہ

انڈیا میں مسلمانوں کے بڑے تعلیمی ادارے دارالعلوم نے سعودی عرب کی جانب سے تبلیغی جماعت پر پابندی لگانے کے فیصلے کی شدید مخالفت کی ہے۔ دارالعلوم نے کہا ہے کہ تبلیغی جماعت پر لگائے گئے الزامات بے بنیاد ہیں۔ سعودی حکومت کو اپنے فیصلے پر دوبارہ غور کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ دیگر دیوبندی علمانے بھی سعودی عرب حکومت کے اس فیصلے کی سخت مخالفت کرتے ہوئے ناراضی ظاہر کی ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مفتی ابوالقاسم نعمانی نے سعودی حکومت کے فیصلے پر شدید ردعمل دیتے ہوئے کہا کہ تبلیغی جماعت اپنے قیام کے پہلے دن سے ہی مسلمانوں کو مسجدوں سے جوڑنے کا کام کر رہی ہے اور اس کی توسیع قریب قریب پوری دنیا میں ہوئی ہے۔

خیال رہے کہ سعودی وزارت مذہبی امور نے حال ہی میں تبلیغی جماعت کو دہشتگردی کا دروازہ قرار دیتے ہوئے اُس پر پابندی لگا دی تھی۔ ایسا پہلی بار ہوا ہے جب دارالعلوم دیوبند نے سعودی عرب کی کھلے عام مذمت کی ہے۔

(روزنامہ نیا دَور ۱۴ دسمبر ۲۰۲۱ء)

جب تک مَیں زندہ ہوں!!

سیالکوٹ میں سری لنکن شہری کے قتل اور لاش جلائے جانے کے واقع پر وزیر اعظم پاکستان جناب عمران خان نے اپنے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے نہایت جذباتی رنگ میں فرمایا کہ:۔

”جب تک میں زندہ ہوں آئندہ ایسا نہیں ہونے دوں گا۔“

اور اس بیان کے نشر ہونے کے کچھ دیر بعد یہ خبر نشر ہو رہی تھی کہ:۔

سرگودھا میں بازار میں اسٹال لگانے کے پیسے نہ دینے پر خاتون کو آگ لگا دی گئی۔

”ہیلو“ کہنے کو حرام قرار دے دیا

روزنامہ حق لاہور میں ۱۶ اکتوبر ۲۰۱۰ء کو یہ خبر چھپی تھی کہ:

”سعودی عرب کے ستر علماء بشمول امام کعبہ نے ملاقات میں یا ٹیلی فون پر ”ہیلو“ کہنے کو حرام قرار دے دیا ہے۔ چونکہ انگریزی زبان میں ہیل Hell جہنم کو کہا جاتا ہے اور ہیلو کے معنی جہنمی بنتا ہے اس لیے اسے حرام قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ کسی بھی شخص کو جہنمی کہنا شریعت کی رُو سے حرام ہے۔“

ان پا کبازوں کو اگر یہ معلوم ہوتا کہ Hell سے ہیلو نہیں ہوتا Hellish ہوتا ہے تو شاید انہیں یہ فتویٰ دینے کی ضرورت نہ رہتی۔ کئی برس قبل ایسے ہی سعودی پاکبازوں نے باربی ڈول کی فروخت پر یہ کہہ کر پابندی لگا دی تھی کہ:

”یہ گڑیا جنسی جذبات کو برانگیختہ کرتی ہے“

مدیر زمیندار اور انگریز

مولانا ظفر علی خان مالک اور مدیر روزنامہ زمیندار لاہور جو ایک وقت میں مجلس احرار کے بڑے لیڈروں میں سے تھے انگریزی حکومت کے بارے میں اپنے جذبات اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:۔

”مسلمان ایک لمحہ کے لئے بھی ایسی حکومت سے بدظن ہونے کا خیال نہیں کر سکتے اگر کوئی بد بخت مسلمان گورنمنٹ سے سرکشی کی جرات کرے تو ہم ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ:۔

وہ ”مسلمان، مسلمان ہی نہیں۔“

(اخبار زمیندار لاہور 11 نومبر 1911ء)

پھر مزید فرماتے ہیں:۔

”اپنے بادشاہ عالم پناہ کی پیشانی کے ایک قطرے کی بجائے اپنے جسم کا خون بہانے کے لئے تیار ہیں اور یہی حالت ہندوستان کے تمام مسلمانوں کی ہے۔“

(اخبار زمیندار لاہور 23 نومبر 1911ء)

پھر انگریز کی نگاہ فیض اثر کے حصول کی تمنا ان الفاظ میں کی کہ

جھکا فرط عقیدت سے مرا سر
ہوا جب تذکرہ کنگ ایمپرر کا
جلالت کو کیا کیا ناز اس پر
کہ شہنشاہ ہے وہ بحر و بر کا
زہے قسمت جو ہو اک گوشہ حاصل
ہمیں اس کی نگاہِ فیض اثر کا

(روزنامہ زمیندار لاہور 19 اکتوبر 1911ء۔ مرسلہ۔ انجینئر مبارک احمد۔ لندن)

مسجد، مزار اور قبرستان سمیت غیر قانونی تعمیرات گرانے کا حکم

سپریم کورٹ نے کراچی میں کڈنی ہل پارک کی بحالی کیس میں پارک کی زمین پر بنی مسجد کا لائسنس منسوخ کرتے ہوئے مسجد، مزار اور قبرستان سمیت غیر قانونی تعمیرات گرانے کا حکم دے دیا۔ چیف جسٹس گلزار احمد اور جسٹس قاضی محمد امین پر مشتمل دو رکنی بینچ نے کڈنی ہل پارک بحالی کیس سمیت کراچی میں غیر قانونی تعمیرات اور تجاوزات کے خاتمے سے متعلق مختلف کیسز کی سماعت کی۔

وکیل خواجہ شمس نے کہا کہ الفتح مسجد شہید کر کے نئی مسجد بسم اللہ تعمیر کرائی جا رہی ہے۔ عدلیہ نے حکم دیا پارک کی حدود میں تعمیر شدہ بسم اللہ مسجد بھی ختم کریں اور حکم دیا کہ کڈنی ہل پارک کی حدود میں قائم مزار اور قبرستان بھی ختم کریں۔

طارق روڈ پر پارک کی جگہ پر مسجد کی تعمیر سے متعلق کیس میں چیف جسٹس نے حکم دیا کہ مدینہ مسجد، مدینہ مدرسہ سمیت پانچ منزلہ غیر قانونی پارک کی زمین پر تعمیر ہونے والی عمارت ایک ہفتہ میں گرا دی جائے۔ راول مسجد کراچی اور ۱۳ گھروں کو بھی قبضہ کی زمین پر تعمیر کرنے کی وجہ سے گرانے کا حکم دیا جا چکا ہے۔

پانی زیادہ پیا چاہیئے، لیکن کتنا زیادہ؟

(ڈاکٹر طارق مرزا۔آسٹریلیا)

کہتے ہیں کہ ایک دن ملا نصیر الدین کی بیگم کے ساتھ لڑائی ہو گئی۔ بیگم ان کے ساتھ نہ ختم ہونے والی بحث سے عاجز آ گئیں تو چلا کر بولیں، میں کچھ نہیں جانتی، بس اب تم میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔ ملا نصیر الدین گویا اسی انتظار میں تھے، گدھے پہ سوار ہو، گھر سے ہی نہیں بغداد سے بھی کوسوں دور شام کے شہر حلب پہنچ گئے اور وہاں سے پیغام بھجوایا کہ بیگم اتنا دور کافی ہے یا اور؟۔

لطیفہ اپنی جگہ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو بھی بات کی جائے پوری وضاحت کے ساتھ کرنی چاہیئے تا کہ راقم جیسے کم فہموں کو کسی غلط فہمی کی بنا پر کسی قسم کی اذیت یا نقصان سے دوچار نہ ہونا پڑ جائے۔ ملا نصیر الدین تو خیر سے تھے ہی دور کے سیانے، ان کا مقصد بیگم کو مزید چڑانے اور پریشان کرنے کے سوا کچھ نہ تھا۔ لیکن عوام الناس کے لئے ان کی یہ حرکت ایک معنی خیز اور اہم پیغام کی حیثیت رکھتی ہے۔

اس معروضہ کی ضرورت اس لئے آن پڑی کہ چند ہفتہ قبل ایک اخبار میں ایک مضمون نظر سے گزرا جو کچھ اس قسم کی غیر حقیقی 'معلومات' پر مشتمل تھا کہ پانی زیادہ سے زیادہ پیا چاہیے کیونکہ دماغ کا 60 فیصد پانی پر مشتمل ہوتا ہے اس لئے اس کو تروتازہ رکھنے کے لئے پانی زیادہ پیا چاہیئے، دل کے والو کے لئے بھی یہ مفید ہے، زیادہ پانی پینے سے نمکیات میں کمی واقع نہیں ہوتی اور ذہنی کمزوری نہیں ہوتی وغیرہ وغیرہ۔

حالانکہ دماغ کا تقریباً 60 فیصد تک کا حصہ تو چربی سے بنے مادوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور رہے دل کے والو، تو وہ بیچارے پانی کی سونامی میں کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ اسی طرح جسم میں پانی کی زیادتی ہو جائے تو نمکیات کا تناسب خطرناک حد تک گر جاتا ہے جس کی وجہ سے دماغ کام کرنا چھوڑ دیتا ہے، ہوش و حواس کھو جاتے ہیں، ذہنی کمزوری ہی نہیں بلکہ موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ اس کیفیت کو پانی کا دماغ پہ چڑھ جانا (Water Intoxication) کہا جاتا ہے۔ بالکل ویسے ہی جیسے زیادہ پی گئی شراب دماغ پہ چڑھ جاتی ہے۔

قارئین سے گزارش ہے کہ وہ اس قسم کی غیر مستند تحریروں کو ایک آنکھ سے پڑھ کر دوسری آنکھ سے نکال باہر کر دیا کریں (یہ نیا محاورہ ہے!)۔ کوئی بھی ٹوٹکہ آزمانے سے قبل اپنے ڈاکٹر سے مشورہ کر لیا کریں۔

راقم کو یاد ہے آسٹریلیا میں پریکٹس شروع کرنے کے ابتدائی ایام میں ایک 19 سالہ مریض جو ہمارے میڈیکل سنٹر میں آیا وہ ایک روز قبل زیادہ پانی پینے سے بے ہوش ہو گیا تھا، ایمرجنسی والوں نے نمکیات پر مشتمل اور اسی طرح پیشاب آور ٹیکے لگا لگا کر کئی لیٹر پانی جسم سے نکالا تب جا کر اسے ہوش آیا ورنہ موت کا شکار ہو چکا ہوتا۔ ہسپتال نے اسے فالو اپ بلڈ ٹیسٹ اور چیک اپ کے لئے ہمارے پاس بھیجا تھا۔

اس لڑکے نے اس واقعہ کا پس منظر مجھے کچھ یوں سنایا کہ کل اس کی جاب کا پہلا دن تھا، وہ بطور اپرنٹس مائننگ سیکٹر میں بطور ٹرینی بھرتی ہوا تھا۔ آسٹریلیا میں چونکہ گرمی کڑاکے کی پڑتی ہے اور چٹیل پتھریلی زمین میں دوپہر کو درجہ حرارت بسا اوقات 50 ڈگری سنٹی گریڈ یا زائد تک پہنچ جاتا ہے، اوپر سے یونیفارم والی موٹی ڈانگری اور بھاری بھرکم سٹیل کیپ والے بند بوٹ پہنے ہوں اور بھاری مشقت کا کام کیا جا رہا ہو، تو اس سے ہیٹ سٹروک ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ تو اس لڑکے کی والدہ نے اسے نصیحت کی کہ بیٹا تمہارا پہلا دن ہے، تم اس کام کے عادی نہیں لہٰذہ سارا دن خوب پانی پیتے رہنا۔ چنانچہ وہ دس گھنٹے کی شفٹ میں ماں کی نصیحت پر پورا پورا عمل کرتا رہا یہاں تک کہ سترہ لیٹر پانی پی گیا۔ زیادہ پانی پینے سے بجائے اس کہ تروتازگی محسوس ہوتی، اسے جسم کے عضلات جواب دیتے محسوس ہوئے، نظر دھندلانے لگ گئی، اور دماغ ماؤف ہوتا محسوس ہوا، وہ سمجھا کہ شاید ابھی مزید پانی پینے کی ضرورت ہے، لیکن اس سے قبل کہ وہ پانی کا اٹھارواں لیٹر حلق میں انڈیل سکتا، بیہوش ہو کر دھڑام

سے زمین پہ گر گیا، ہوش آیا تو ہسپتال میں تھا۔

اس کے ساتھی اسے اتنا زیادہ پانی پینے سے منع بھی کرتے رہے تھے لیکن وہ یہی سمجھا کہ یہ لوگ اسے الو بنا رہے ہیں۔اس کے نزدیک والدہ نے جو نصیحت کی تھی اس پر عمل کرنا اور بھی ضروری ہو گیا تھا!۔لیکن بہرحال اب اسے اچھا سبق مل چکا تھا۔

اب ایک مریضہ کا قصہ بھی بیان کر دیا جائے جو حال ہی میں راقم کو دیکھنے کو ملا۔ یہ مریضہ عرصہ دراز سے دل، جگر، گردوں، ذیابیطس کے امراض میں مبتلا چلی آ رہی ہے۔ چند ماہ پیشتر اس کے لئے ڈائلیسس (Dialysis) شروع کروانے کا بھی فیصلہ ہو چکا تھا۔ اس کا تعلق یہاں کے دیسی یعنی ایبوریجنی (Aborigines) نسل سے ہے جو ہمارے برصغیر کے اکثر باشندوں کی طرح جدید طریق علاج کو شک بلکہ دشمن کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

چنانچہ کسی ہمدرد خیر خواہ نے اسے مشورہ دیا کہ اگر تم یہ " گرم درجہ اول و خشک درجہ دوم "انگریزی ادویات کھانا بند کر دو تو تمہارے دل جگر گردوں کو نئی زندگی مل جائے گی۔خون جلنا بند ہو جائے گا، ساتھ "پانی سے علاج "اور فلاں فلاں درخت کی چھال کا لیپ دل اور گردے کے مقام پر لگانا شروع کر دو تو صحت ہی نہیں جوانی بھی لوٹ آئے گی وغیرہ۔

بیچاری مریضہ کی جوانی تو نہیں لوٹی ہاں انہیں ڈنڈا ڈولی کر کے ہسپتال لوٹنا پڑ گیا۔ادویات پھر سے دی گئیں اور چونکہ ان کے پاؤں متورم ہو کر بہت سوج گئے تھے، پھیپھڑوں اور پیٹ میں بھی پانی بھر گیا تھا، اسپیشلسٹ نے پابندی لگا دی کہ سارے دن میں تم نے ڈیڑھ لیٹر سے زیادہ پانی نہیں پینا، کیونکہ تمہارے جسم میں 20 تا 25 لیٹر زائد پانی جمع ہو چکا ہے، اس پر اپنے سسٹم کو مزید اوورلوڈ کرو گی تو اپنے ہی اندر ڈوب کر مر جاؤ گی۔

لیکن اس سے اس کا شک اور بھی پختہ ہو گیا۔گھر واپس آئی تو مزید تین چار دن پانی کی بدپرہیزی اور دوبارہ ادویات روک دینے پر یہ حالت ہو گئی کہ ائر ایمبولینس کے ذریعہ بڑے شہر کے ٹیچنگ ہسپتال پہنچایا گیا اور ڈھائی ماہ بعد بھی ہنوز انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں داخل ہے۔

قارئین کرام، پنجابی کا مشہور محاورہ ہے کہ "جٹ نوں کٹورہ لبھیا، پانی پی پی اپھریا"۔ یعنی کسی نودولتیے (یا سادہ لوح) کو پانی کا کٹورہ کہیں سے مل گیا تو نمائش کی غرض سے بار بار پانی پیا شروع کر دیا حتیٰ کہ پھول کر کپا ہو گیا۔

عموماً لوگ اس محاورہ کو اس قسم کے افراد پر طنز کے لئے تو استعمال کرتے ہیں لیکن اس کے اندر جو صحت جسمانی سے متعلق دوسرا پیغام شامل ہے، اسے شعوری یا عملی طور پر کوئی اہمیت نہیں دیتے، یعنی پانی زیادہ پینے سے آپ کو اپھارہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور اوپر خاکسار نے جو آنکھوں دیکھے محض دو عدد واقعات جو بیان کیئے ہیں وہ پانی پی پی کر اپھرنے کی ہی مثالیں ہیں۔

ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن کریم میں جہاں کھانے کے ساتھ پینے کا حکم آیا ہے تو اس سے متصل معاً بعد تیسرا حکم یہی ہے کہ اسراف نہ کرو، وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا ۔ (سورۃ الاعراف)۔اس حکم کا سب پہلا اطلاق تو کھانے اور پینے پر ہی ہوتا ہے۔

شیر خوار بچے جنہیں بوتل والا دودھ پلایا جاتا ہے بعض مائیں مقررہ مقدار سے زیادہ پانی ملا دیتی ہیں جس سے دودھ مضر صحت حد تک پتلا ہو جاتا ہے، بچے کے نرم و نازک جسم میں پانی زیادہ اور نمکیات کم ہو کر (جسے ہائپونیٹریمیا Hyponatraemia کہتے ہیں) ہر وقت کی سستی اور غنودگی وارد رہتی ہے۔ یہ پانی کے اسراف کی ہی ایک مثال ہے۔

آخر پہ آتے ہیں پھر ملا نصیر الدین صاحب پراوران کی (جائز) منطق یا طرز فکر کی روشنی میں سوال اٹھاتے ہیں کہ پانی پئیں تو کتنا پئیں اور اگر بقول شخصے پانی زیادہ پیا چاہیئے تو کتنا زیادہ؟؟۔

چنانچہ واضح رہے کہ محققین کے مطابق عام طور پر ہم جو کھانا وغیرہ کھاتے ہیں اس کے ذریعہ ہمارے جسم کو اوسطاً سات سو ملی لیٹر پانی تو ویسے ہی مل جاتا ہے، خواہ دال روٹی اور مرغ پلاؤ یا خشک ڈبل روٹی اور بھنے چنے ہی کیوں نہ کھائے جائیں۔ان میں پانی بہرحال موجود ہوتا ہے۔ کچھ حد تک ہمارے جسم میں ہونے والے کیمیائی عوامل کے نتیجے میں بھی پانی تیار ہوتا ہے۔

ایک بالغ فرد (19 تا 70 برس یا زائد کی عمر) کو اس سے اوپر اوسطاً دس کپ

پانی یعنی اڑھائی یا پونے دو لیٹر (L 2.6) پانی پیا کافی ہوتا ہے۔خواہ مشروبات (بشمول دودھ) کی شکل میں یا سادہ پانی کی صورت میں۔

باقی اپنی صوابدید (کامن سینس) سے کام لیں، اگر گرمی ہے، پسینہ زیادہ آرہا ہے، یا مثلاً کھلنڈرے لڑکے فٹ بال میچ میں حصہ لے رہے ہوں تو ان کو کچھ زیادہ پانی کی احتیاج ہوتی ہے۔اسہال اور قے ہو رہی ہو تو اس کے مطابق زائد پانی پیا بہت ضروری ہوتا ہے۔

اس کے برعکس یہ صورتحال بھی دیکھنے کو ملتی ہے کہ بعض افراد میں پیاس کی حس ماؤف ہو چکی ہوتی ہے، ان افراد کی دیکھ بھال کرنے والے یا لواحقین کو ان کا خاص دھیان کرنا چاہیئے کہ کیا انہوں نے چوبیس گھنٹوں میں دو ڈھائی لیٹر پانی یا مشروبات پیئے ہیں یا نہیں۔

ایسے افراد میں بوڑھے ضعیف لوگ بھی شامل ہیں، جو ایک طرف چار پائی پہ چپ چاپ پڑے رہتے ہیں، خاص طور پر توجہ کے مستحق ہوتے ہیں۔ان کو مناسب مقدار میں پانی پلانا ان کے لواحقین یا تیمارداروں (Carer) کی ذمہ داری منتی ہے۔

بعض اوقات سر پہ چوٹ لگنے یا برین ٹیومر، برین سرجری کے نتیجے میں پیاس کی حس متاثر ہو جاتی ہے، ایسے افراد کو بھی چوبیس گھنٹوں میں ڈھائی لیٹر تک پانی ضرور پیا چاہیئے، خواہ پیاس محسوس ہو یا نہ ہو۔

اگر قرآن مجید کے مختصر مگر پر حکمت حکم "کُلُوا وَاشرَبُوا وَلَا تُسرِفُوا" کو ہر لحہ مدنظر رکھا جائے تو کسی راکٹ سائنس کے فارمولے کو یاد رکھنے کی احتیاج باقی نہیں رہتی۔

اس پوری کائنات کا نظام عدل پر قائم ہے۔کسی بھی چیز کا اعتدال یا توازن ذرا سا بھی اوپر یا نیچے ہو جائے تو ایک طرح سے قیامت برپا ہو جاتی ہے۔اسی لئے جہاں اسراف سے احتراز کا حکم دیا گیا وہاں "**اِنَ اللہ یامُرُ بِالعَدلِ**" (سورۃ النحل) کے فرمان سے بھی انسان کو اس کے فائدہ کی راہ سمجھادی گئی۔

☆☆☆

"قائداعظم کی ہے تصویر سو کے نوٹ پر"

24 دسمبر 1957 کو اسٹیٹ بینک آف پاکستان نے پہلی مرتبہ سو روپے مالیت کا ایسا کرنسی نوٹ جاری کیا جس پر بانی پاکستان محمد علی جناح کی تصویر چھپی ہوئی تھی۔بانی پاکستان محمد علی جناح کی تصویر کرنسی نوٹ پر دیکھ کر صدر مرکزی جمعیت علمائے پاکستان مولانا عبدالحامد بدایونی، کُل پاکستان دستور پارٹی کے صدر مولانا اسد القادری، جمعیت علمائے اسلام کے نائب صدر مولانا مفتی محمد شفیع و دیگر علماء نے غیر اسلامی قرار دے کر شدید احتجاج کیا تھا۔اس مہم میں اُن کا ساتھ دینے والوں میں تاجر حضرات بھی شامل تھے۔

کرنسی نوٹ پر بانی پاکستان کی تصویر چھاپے جانے پر معروف شاعر احسان دانش نے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے یہ اشعار کہے۔

دیکھوں ، دیکھوں ، کیا عجوبہ ہے ، ذرا دینا اِدھر ۔۔۔ قائد اعظم کی ہے تصویر سو کے نوٹ پر
ذہن بھٹکا ہے یہ کس کا ، یہ ستم کس نے کیا؟ ۔۔۔ میری خوش طبعی میں شامل زہرِ غم کس نے کیا؟
مصلحت ، کہہ کر زبانِ حال سی دی جائے گی؟ ۔۔۔ کیا اسی تصویر سے رشوت بھی لی ، دی جائے گی؟
دل لرز اٹھے ، نہ کیوں اِس خواب کی تعبیر سے؟ ۔۔۔ رات دن ہو گی سمگلنگ بھی اسی تصویر سے؟
کیا مسلماں اس طرح بھی لائیں گے مجھ پر عذاب؟ ۔۔۔ کیا اسی تصویر سے جا کر خریدیں گے شراب؟
لوگ کیا کھیلیں گے میری روح کی تنویر سے؟ ۔۔۔ ملک بھر میں کیا جوا ہو گا اسی تصویر سے؟
کلمہ گو کیا یوں بھی لوٹیں گے مرا صبر و قرار؟ ۔۔۔ کیا اِسی تصویر سے چکلوں میں ہو گا کاروبار؟
نوٹ پر تصویر ، دانش ، انحرافِ دین ہے ۔۔۔ یہ جنابِ قائد اعظم کی اِک توہین ہے

بشکریہ بی بی سی اردو نیوز ۲۴ دسمبر ۲۰۲۱۔کالم نگار۔عقیل عباس جعفری

شعروشاعری

''میں زم زم میں کوہِ صفا چاہتا ہوں''

مدثر احمد نقاش

خدایا میں تیری رضا چاہتا ہوں
رضا بھی میں بے انتہا چاہتا ہوں
مریضِ اَمر ہوں شفا چاہتا ہوں
مسیحا کے ہاتھوں دوا چاہتا ہوں
جہاں کر سکوں میں ذبح نفس اپنا
وہ دل میں مقامِ منیٰ چاہتا ہوں
ملا جس سے آدمؑ کو الہامِ اوّل
میں وہ لغزشِ بَرملا چاہتا ہوں
لکھوں سفر مِعراج پر میں قصیدہ
بس اک رات غارِ حرا چاہتا ہوں
صفا میں اگر چہ ملا آبِ زم زم
میں زم زم میں کوہِ صفا چاہتا ہوں
جو دریا کے اندر سے رستہ بنا دے
میں اپنے لیے وہ عصاء چاہتا ہوں
تجلیِ اقراء پہ رکھ لوں پیشانی
میں اک نقشِ پا مصطفیٰ چاہتا ہوں
لہو نے جہاں تھا پہاڑوں کو تھاما
وہ طائف کی جاء دیکھنا چاہتا ہوں
خدا کا زمیں پر جو اک جانشیں ہے
میں اس جانشیں کی دعا چاہتا ہوں
مرا جسم اُڑ کے فلک پار کر لے
میں ایسی حقیقی رفع چاہتا ہوں

''مری آہ کے دِل میں کیا آہ ہے''

میر حسنؔ

صنم پاس ہے اور شب ماہ ہے
یہ شب ہے کہ اللہ ہی اللہ ہے
ترے ناز کیوں کر اٹھاؤں نہ میں
مری دوستی پر تو گمراہ ہے
تجھے ہوش اتنا نہیں بے خبر
مرے حال سے کب تو آگاہ ہے
ترا نام لیتے نکلتی ہے آہ
مری آہ کے دل میں کیا آہ ہے
کہاں برق عشق و کہاں کوہ صبر
بگولے کے آگے پر کاہ ہے
میں کیوں کر کہوں تجھ کو فرصت نہیں
پہ یہ بات کب تیرے دل خواہ ہے
نہ آنے کے سو عذر ہیں میری جاں
اور آنے کو پوچھو تو سو راہ ہے
میں اک روز پوچھا جو اس شوخ سے
کہ کیوں کچھ تجھے بھی مری چاہ ہے
تو ہنس کر لگا کہنے کیا خوب کیوں
تو میرا کہاں کا ہوا خواہ ہے
یہ سن کر جو میں چپ رہا تو کہا
ابے دل کا مالک تو اللہ ہے
حسنؔ وصل اور ہجر میں یار کے
کبھی آہ ہے اور کبھی واہ ہے

”زندگی موت کے قابل تو بنا لو پہلے“

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

خود کو تم اس کی پناہ میں جو چھپا لو پہلے
اُس کی سب باتوں کو سینے سے لگا لو پہلے
تم نصیحت جو مجھے کرنے چلے ہو ٹھہرو
اک نظر اپنے گریباں میں بھی ڈالو پہلے
فکر کرتے ہو مرے گھر کی چلے آئے ہو
اپنا جلتا ہوا گھر دیکھو بچا لو پہلے
روشنی بانٹنے نکلے ہو زمانے بھر کو
اپنی راتیں نہ سہی دن تو اجالو پہلے
بچ گئے پہلے تو آئندہ بھی بچ جائیں گے
تم ہمیں چھوڑو ابھی خود کو سنبھالو پہلے
خود کشی کر کے بشارت تو نہ دو جنّت کی
زندگی موت کے قابل تو بنا لو پہلے
ہم کو جانا ہے کسی اور سفر پہ لیکن
پاؤں میں جو ہیں لگے کانٹے نکالو پہلے
اُس نے ستاری کا وعدہ تو کیا ہے طارق
تم بھی کمزوری کسی کی نہ اُچھالو پہلے

”تیرے بن جو گزرا یہ سال ہے“

مادھو جھا

نہ ہی رنج ہے نہ ملال ہے
تیرے ہجر کا یہ کمال ہے
میں بیاں کروں اسے کس قدر
تیرے بن جو گزرا یہ سال ہے
وہ جو آج چل رہے کجروی
یہ تو دشمنوں کی سی چال ہے

میں بھٹک رہا یوں ہی در بہ در
تیرے عشق ہی میں یہ حال ہے
کوئی زخم دے نہ سوا ترے
ترا ایسا ہی تو خیال ہے

”تیری آنکھوں کا جادو اثر کر گیا“

نیلم رباب صاحبہ

تُو تو دِل میں مرے ایسے گھر کر گیا
تیری آنکھوں کا جادو اثر کر گیا
جس مکاں کو بنایا تھا سچائی پر
جھوٹ اس کو بھی زیر و زبر کر گیا
خاک میں مجھ کو تم نے ملانا ہی تھا
یہ خبر سنتے ہی دِل مرا ڈر گیا
ہم سمجھتے ہیں جس کو محبت صنم
اشک میں وہ بہا کر سمندر گیا
اس قدر اسکے جذبوں میں احساس تھا
ذہن کو جیسے کر وہ معطر گیا
آدمی زاد تھا یا پری زاد تھا
میرے خوابوں کو چھو کر وہ دلبر گیا
اس نے کھینچا تھا جو ہاتھ اپنا رباب
مجھ کو ایسا لگا جیسے میں مر گیا

”لذّت سی مل رہی ہے مجھے ہر عذاب میں“

سوہن راہی

کلیوں میں تازگی ہے نہ خوشبو گلاب میں
پہلی سی روشنی کہاں جام شراب میں
پوچھو نہ مجھ سے عشق و محبت کے سلسلے
لذت سی مل رہی ہے مجھے ہر عذاب میں

یہ راز جانتی نہ تھی تاروں کی روشنی
کتنا حسین چاند چھپا تھا نقاب میں
دو کانپتے لرزتے لبوں کی نوازشیں
لہرا کے ڈھل گئیں مرے جام شراب میں
ہم ہیں گناہ گار مگر اس قدر نہیں
جتنے گناہ آئے ہیں اپنے حساب میں
لکھی گئی جو میرے ہی خوابوں کے خون سے
راہی مرا ہی نام نہیں اس کتاب میں

''دیکھتا ہوں دُور سے جام وسبو، بکھرا ہوا''

راجہ محمد یوسف خان

مضطرب ، بیکل ، سراپا جستجو ، بکھرا ہوا
ڈھونڈتا پھرتا ہوں تجھ کو کُوبکُو ، بکھرا ہوا
روز اِک امید کی تازہ کِرن کے شوق میں
روز ہوتا ہوں کِسی کے رُوبرو بکھرا ہوا
امتحاں در امتحاں در امتحاں در امتحاں
ہر قدم پر منتظِر اِک فتنہ خُو بکھرا ہوا
دیکھتا رہتا ہوں شب بھر جاگتی آنکھوں سے خواب
پا بجولاں میں اسیرِ آرزو ، بکھرا ہوا
اِس قدر اُلجھا ہوا ہوں گردشِ حالات میں
دیکھتا ہوں دُور سے جام و سبو ، بکھرا ہوا
پوچھیئے مت مشغلہ کیا ہے مریضِ ہجر
دامنِ صد چاک کرتا ہے رفو بکھرا ہوا
کِس قدر پُرکیف ہے اِک موجۂ بادِ صبا
یار کی زلفوں سے ہو کر مُشکبو ، بکھرا ہوا
ایک عالم گوش بر آواز سنتا ہے مجھے
وجد میں آکر کروں جب گفتگو بکھرا ہوا
پھر دلِ بے تاب میں یوسف کوئی طوفان ہے
آئینے میں دیکھتا ہوں عکسِ رُو بکھرا ہوا

''لطف کیسا یہ انتظار میں تھا''

بشارت سکھی صاحبہ

بےسکونی میں انتشار میں تھا
وقت کب میرے اختیار میں تھا
دھڑکنیں باندھ لیں ستاروں سے
لطف کیسا یہ انتظار میں تھا
چوڑیوں سا کھنکتا لہجہ ترا
سر کوئی جیسے آبشار میں تھا
رک گئی تھی زمین قدموں تلے
سحر کیسا تری پکار میں تھا
تیری فرقت نے کر دیا بے حال
ورنہ یہ درد کس شمار میں تھا
چھین لی روشنی بھی آنکھوں سے
جیسے سپنا اندھیرے غار میں تھا
قافلہ دور منزلوں سے ہوا
راستہ گم سکھی غبار میں تھا

''سوال کس سے کروں میں جواب کس سے لوں''

انور شعور

وہ گل فروش کہاں اب گلاب کس سے لوں
نہیں رہا مرا ساقی شراب کس سے لوں
تری تلاش میں اس عمر مستعار کے سال
جو رائیگاں گئے ان کا حساب کس سے لوں
حیات خود ہے سوال اور خود جواب اپنا
سوال کس سے کروں میں جواب کس سے لوں
کسی کے نام جو منسوب ابھی نہیں کی تھی
میں اپنی کھوئی ہوئی وہ کتاب کس سے لوں

تمہارے بعد نہ دیکھوں تمہارے جیسوں کو
تو یہ شبیں یہ امنگیں یہ خواب کس سے لوں

نشہ کسی سے بھی لے لوں شعوؔر آج مگر
وہ روز ابر و شب مہتاب کس سے لوں

"پھول صحبتِ خار سے نکلا"

منیؔر باجوہ

عاشق جب کوچۂ یار سے نکلا
جیوَن دلِ زار سے نکلا

زلفِ جانم کی لمس ایسی تھی
نشہ دل بہار سے نکلا

اپنی جنس کا ہی خاصہ ہے
پھول صحبتِ خار سے نکلا

جان دینے کو عاشقِ صادق
جانبِ دار اک وقار سے نکلا

سر تسلیم خم ہے پیارو
حرف جو لبِ سالار سے نکلا

اس کی آہوں میں اثر ہوتا ہے
کلمہ جو دل غمخوار سے نکلا

منیؔر اس کی محفل میں کیا گیا
جب نکلا تو خمار سے نکلا

"کہتا ہے کون میری دُعا میں اثر نہیں"

مسرؔور شاہ جہاں پوری

وہ شخص جس کے پاس کوئی مال و زر نہیں
وہ خوش نصیب ہے اسے اپنوں کا ڈر نہیں

عاشق ہوں ان پہ ان کی ولادت کے وقت سے
اور وہ یہ کہہ رہے ہیں مجھے کچھ خبر نہیں

وہ فکر مند ہیں کہ مجھے جیل بھیج دیں
ان کو بھی ہے پتا مرے رہنے کو گھر نہیں

عشاق مبتلا ہیں الیکشن میں ان دنوں
محبوب کی گلی میں کوئی شور و شر نہیں

سنتے ہیں چھت سے گر کے وہ مجروح ہو گئے
کہتا ہے کون میری دعا میں اثر نہیں

اپنے ٹفن کو ساتھ ہی رکھنا مفید ہے
مسرؔور اس جہاں میں کوئی معتبر نہیں

"سچائی پھوٹ پڑتی ہے بہانے بھول جاتے ہیں"

منظور احمد بزمؔی

جن سے چوٹ لگتی ہے جگر میں چھید ہوتے ہیں
وہ باتیں یاد رہتی ہیں فسانے بھول جاتے ہیں

کمانیں ہر جگہ بے درد گھاؤ دے نہیں سکتیں
نظر اپنوں پہ پڑتی ہے نشانے بھول جاتے ہیں

چمن ویران کر کے جانے والے کب پلٹتے ہیں
نئے آنگن میں وہ پچھلے ٹھکانے بھول جاتے ہیں

تیری دانش ، عقل ، علم وفہم سب عبث ہے ناصح
گر اپنوں پر نوازش اور بیگانے بھول جاتے ہیں

اگر سچی عقیدت ہو تو آ کے روبرو ان کے
سچائی پھوٹ پڑتی ہے بہانے بھول جاتے ہیں

شب ہجر کی ہو یا وصالِ یار کی بزمؔی
وہی سونے نہیں دیتی زمانے بھول جاتے ہیں

"ولولوں کے لیے ممکن نہیں زنداں ہونا"

چکبست برج نرائن

دردِ دل پاسِ وفا جذبۂ ایماں ہونا
آدمیت ہے یہی اور یہی انساں ہونا

نو گرفتار بلا طرزِ وفا کیا جانیں
کوئی نا شاد سکھا دے انہیں نالاں ہونا
روکے دنیا میں ہے یوں ترک ہوس کی کوشش
جس طرح اپنے ہی سائے سے گریزاں ہونا
زندگی کیا ہے عناصر میں ظہور ترتیب
موت کیا ہے انہیں اجزا کا پریشاں ہونا
دفتر حسن پہ مہر ید قدرت سمجھو
پھول کا خاک کے تودے سے نمایاں ہونا
دل اسیری میں بھی آزاد ہے آزادوں کا
ولولوں کے لیے ممکن نہیں زنداں ہونا
گل کو پامال نہ کر لعل و گہر کے مالک
ہے اسے طرۂ دستار غریباں ہونا
ہے مرا ضبط جنوں جوش جنوں سے بڑھ کر
ننگ ہے میرے لیے چاک گریباں ہونا
قید یوسف کو زلیخا نے کچھ نہ کیا
دل یوسف کے لیے شرط تھا زنداں ہونا

”جب بھی سورج ملا ملا تنہا“

ممتاز احمد ممتاز

جس قدر زندگی کے پاس رہا
آدمی اور بھی اداس رہا
راستوں میں تو اتنا خوف نہ تھا
جس قدر منزلوں کے پاس رہا
جب بھی سورج ملا ملا تنہا
چاند تاروں کے پاس پاس رہا
کتنے پہنائے آگہی نے لباس
آدمی پھر بھی بے لباس رہا
خود سے بیگانہ ہی رہا ناداں
اور غیروں سے روشناس رہا

”تم اچھا کر نہیں سکتے میں اچھا ہو نہیں سکتا“

مضطر خیر آبادی

علاج درد دل تم سے مسیحا ہو نہیں سکتا
تم اچھا کر نہیں سکتے میں اچھا ہو نہیں سکتا
عدو کو چھوڑ دو پھر جان بھی مانگو تو حاضر ہے
تم ایسا کر نہیں سکتے تو ایسا ہو نہیں سکتا
ابھی مرتے ہیں ہم جینے کا طعنہ پھر نہ دینا تم
یہ طعنہ ان کو دینا جن سے ایسا ہو نہیں سکتا
تمہیں چاہوں تمہارے چاہنے والوں کو بھی چاہوں
مرا دل پھیر دو مجھ سے یہ جھگڑا ہو نہیں سکتا
دم آخر مری بالیں پہ مجمع ہے حسینوں کا
فرشتہ موت کا پھر آئے پردا ہو نہیں سکتا
نہ برتو ان سے اپنائیت کے تم برتاؤ اے مضطر
پرایا مال ان باتوں سے اپنا ہو نہیں سکتا

”دِل گناہوں سے کیوں بہلتا ہے“

رانا محمد حسن خاں

چاہ میں تیری جب مچلتا ہے
دِل بڑے زور سے دھڑکتا ہے
پھول کھلا ہے پیار کا شب میں
جس کی خوشبو سے دن مہکتا ہے
تجھ کو پانے کی بھی تو حسرت ہے
دِل گناہوں سے کیوں بہلتا ہے
توبہ ، توبہ کے بعد پھر توبہ
لحظہ لحظہ یہ دِل بدلتا ہے
لم یزل حُسن سے لپٹنے کو
دلِ حسّن رات دن بلکتا ہے

سرگودھا کی الوداعی یادیں!!

(تحریر: جسٹس (ریٹائرڈ) اعجاز احمد بٹر)

دوران ملازمت وزارت داخلہ، LL.B (فائنل) ایم اے (سیاسیات) اور مقابلہ کے تین امتحانات میں ناکامی و کامیابی کے بعد بالآخر قسمت کا ستارہ چمکا بھی خواہوں کی دعائیں قبول ہوئیں بڑی بیٹی شائستہ اعجاز کے حصہ کا رزق اس کے عالم فانی میں آنے سے پہلے ہی راقم تک پہنچ گیا۔ یوں رضی اختر شوق کے اس شعر میں مانگی ہوئی دعائیں قبول ہوکر راقم اور اس کی فیملی کے من چاہے خوابوں کی تعبیر ملی

اِک عمر گزاری ہے سرابوں کے سفر میں
اے ریگِ رواں اب کسی چشمے کا پتا دے

راقم جب 1982ء میں سول جج مقرر ہوکر 2009ء میں سیشن جج پروموٹ ہوا تو اس نے فی الفور والد ماجد کو فون پر ترقی کی خوش خبری سنائی۔ دراصل والدین ہی وہ رشتہ ہیں جو اولاد کو خود سے آگے بڑھتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ والد صاحب کو عرض کیا کہ اگرچہ ضلع میں سیشن جج کا ایک مقام ہے لیکن سیشن جج کا باپ ہونا اس سے بھی بڑا مقام ہے یہ سن کر والد صاحب کی آواز رندھ گئی۔ بسا اوقات اچانک خوشی شادی مرگ کا باعث بن کے اپنے ساتھ آنسو بھی لے آتی ہے۔ بقول شاعر

ایک مدّت کے بعد مل کے
تُو نے مجھے رُلا دیا ہے

راقم سیشن جج چوہدری محمد یونس صاحب (سابق جج ہائی کورٹ) کی کمانڈ میں دو بار رہ چکا ہے۔ پہلے بھکر اور پھر سرگودھا میں۔ موصوف نہایت قابل، بردبار، خوش مزاج اور balanced شخصیت کے مالک ہیں۔ (جناب نے سول ججز کا 1979ء ٹاپ کیا تھا۔ قبل ازیں ،بھکر کی یادیں، کے کالم میں ان کا ذکر خیر آ چکا ہے)۔ آج قارئین کے ساتھ موصوف کی خوش طبعی کا واقعہ شیئر کیا جاتا ہے۔ جب سول جج رانجھا صاحب کی ایماء پر ان کے کانسٹیبل نے اہلکار عدالت کو تھپڑ رسید کئے تو عدالتی اہلکاروں نے ہڑتال کر دی۔ جسے فرو کرنے کے لئے راقم (بطور ASJ-1) اور دیگر جج صاحبان نے ہڑتالی اہلکاروں کو سیشن جج صاحب کی Nicety یاد دلاتے ہوئے ہڑتال ختم کرنے پر آمادہ کر لیا تو سب کی جان میں جان آئی ورنہ چوہدری صاحب جیسے باس کے تبادلہ میں سب کا نقصان ہوتا کیونکہ ملازم کے لئے اس کا باس جیون ساتھی کی مانند ہوتا ہے اگر اچھا مل گیا تو آسانیاں ورنہ سوہان روح۔ جب اہلکار ہڑتال ختم کر کے اپنی سیٹوں پر چلے گئے تو جملہ جج صاحبان سیشن جج صاحب کے چیمبر میں relax feel کرنے کے لئے جمع ہوئے جونہی باس کا موڈ ٹھیک ہوا تو متعلقہ سول جج صاحب سے مخاطب ہوکر فرمانے لگے: اوراَنجھیو! جے تسی سمجھ دار ہندے تے ہیر کھیڑے ای لے جاندے؟ موصوف کے کمنٹس کے ساتھ ہی ماحول کی گھمبیر تا ختم ہونے پر فضا خوش گوار ہوگئی۔ جس کے بعد سب نے چین وسکون سے چائے پی اور عدالتوں میں چلے گئے۔

باکمال وکلاء کی لاجواب وکالت 1994ء تا 1996ء میں دفعہ 30 کے مقدمات کی سماعت کے لئے راقم جنڈ سے پنڈی گھیب (اٹک) دورہ پر جایا کرتا تھا جہاں فوجداری وکالت کے قابل وکلاء: شمس الحق اور غلام محمد صاحبان کا انداز وکالت دیکھا۔ انہی وکلاء کے قبیل کی دوسری مثال سرگودھا دیکھنے میں آئی جہاں راقم ملک مسعود اور چوھدری فضل کریم وغیرہ جیسے وکلاء کی وکالت سے بہت متاثر ہوا۔ بارہا ایسا ہوا کہ اگر مخالف وکیل حاضر نہ ہوتے تو حاضرہ وکیل پوری دیانتداری سے اپنے ہی گواہ پر جرح مکمل کر لیتے۔ پُرلطف یہ کہ کبھی شکایت کی نوبت نہ آئی۔ عین ممکن ہے کہ ان صاحبان کے علاوہ اور بھی سخنور ہوں لیکن راقم کو ان سے صحبت نہیں رہی۔ یقیناً ایسے لوگ ہی آنکھوں میں جذب ہو کے دل میں سما جاتے ہیں۔

اب راقم کی ادب پروری کا واقعہ ملاحظہ ہو۔

سرگودھا پوسٹنگ میں راقم برادرم انعام بٹر کے سسرالی عزیز نعیم صاحب کے ہمراہ گاہے گاہے جنت مکانی شاعر اخلاق عاطف کے ہاں ادبی ضیافت پر چلا جاتا تھا۔ مرحوم ان دنوں پنجابی فلموں پر کتاب ''گیتاں دی گونج'' پر کام کر رہے تھے۔ جس میں راقم نے بھی مشوروں کی صورت میں اپنا حصہ ڈالا۔ یہ کتاب خاصے کی چیز ہے اور فلمی شائقین ومورخین کے لئے گرانقدر ریفرنس کا کام دے گی۔

راقم جب بھی نعیم صاحب سے ملنے ان کی رہائش واقع ریلوے روڈ جاتا تو ان کے ہمسائے جناب ڈاکٹر وزیر آغا صاحب کی رہائش کے سامنے رک کر انہیں یوں غائبانہ سلام پیش کرتا جیسے بقول شیو کمار بٹالوی ایک عاشق اظہار محبت میں محبوب کے شہر کو جاتی سڑک سے روڑ (کنکر) اٹھا کے کھا لیتا ہے (تیرے شہر جاندی سڑک دا اک روڑ حکپ کے کھا لیا) کیونکہ سچی محبت تو نمود و نمائش سے ماورا ہوتی ہے۔ واضح ہو کہ راقم ڈاکٹر صاحب سے کبھی بھی بالمشافہ نہ ملا۔ صرف ان کی تحریریں پڑھی تھیں۔ بھلا ڈاکٹر صاحب کی بلا جانے کہ ان کا قاری ان کے احترام میں سر راہ سرنگوں کھڑا ہے۔

ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

جونہی پنجاب گورنمنٹ نے فاضل ہائیکورٹ کی تجویز پر راقم کو صارفین کی عدالت (برائے لاہور ڈویژن کا جج مقرر کیا) عدالت کے رجسٹرار آصف نذیر صاحب نے راقم کے لئے سرکاری گاڑی مع گن مین بھجوا دی۔ جب سروس میں ایسا پروٹوکول پہلی بار نصیب ہوا تو دل ہی دل میں رب العزت کا سو بار شکر ادا کیا۔ نہ صرف راقم کے جملہ رفقائے کار اور سٹاف نے اسے پورے اہتمام اور دعاؤں سے رخصت کیا۔ بلکہ سیشن جج حامد شاہ صاحب اور ان کی ٹیم راقم کو گاڑی تک چھوڑنے آئے۔ یوں سرگودھا راقم کو پروموشن اور رخصتی کے حوالہ سے کبھی نہ بھولے گا۔ جس طرح دلہنیں اپنا میکہ کبھی نہیں بھولتیں چاہے وہ دادی نانی ہی کیوں نہ بن جائیں۔

”سنو! عوام کا مہنگائی میں شور کمانڈر“

یہ کور کمانڈر یہ چور کمانڈر
نشے میں دھت حرام خور کمانڈر
جہاں وطن پر دیتے ہیں سپاہی جان
لوٹتے وطن کو کر کے یہ شور کمانڈر
نصاب میں ان کے وفاداری کا عمل کہاں
کرتے ہیں شہید پر سودا ہر روز کمانڈر
کون کہاں کب کتنا لوٹے گا وطن کو
محض یہی بحث ہے قابل غور کمانڈر
پوچھو مت ان سے سوال کوئی بھی
زباں کھینچ لیں گے فی الفور کمانڈر
غضب ہے ہم وطن الگ ہیں پر آزاد کہاں
کرتے ہیں یہاں کے فیصلے کہیں اور کمانڈر
میرے وطن کی محبت کا تجھے کیوں حساب دوں
غدّار تُو ہے کر لے چاہے جتنا شور کمانڈر
پرخچے اڑا دیئے ہیں وطنِ عزیز کے
کرتا ہے دستورِ غلامی پر ہے غور کمانڈر
کب رُکے گا سلسلہ یہ عمل دخل کا سیاست میں
سنو! عوام کا مہنگائی میں شور کمانڈر

احمد فراز

نہ کوئی رنج کا لمحہ کسی کے پاس آئے
خدا کرے کہ نیا سال سب کو راس آئے

RH ACCIDENT CLAIM SERVICES LTD

Give us a call on 020 3674 7909

RH ACCIDENT CLAIM SERVICES LTD

free professional, friendly and confidential advice

24 Hours Phone Service - 7 Days a Week DIAL 07792998973

Have you been injured in an accident that wasn't your fault?

If so, we're here to help

REPLACEMENT CAR WITHIN 24 HOURS

Loss of earnings - Protection of no claim - storage and recovery - personal injury - replacement car

Road Accident

Personal Injury

Accident at Work

Fall, Slip & Trip

Personal Injury Specialist

No win No fee

2 London Road, SM4 5BQ Morden - Surrey
Opening Hours: Mon-Fri 10:00 - 17:00
Tel. 020 3674 7909 Mob. 077 9299 8973
Email: info@rhacs.co.uk

GB CONSTRUCTION GENERAL BUILDERS LTD

Building ServiceS
- Building Renovations
- Brick Work
- Block Work
- Concrete Work
- Drainage
- Plastering
- Foundations & Bases

Home Improvements
- Fitted Bathrooms
- Fitted Kitchens
- Extensions
- Garage Conversions
- Loft Conversions
- Windows

Landscaping
- Driveways
- Block Paving
- Patio Areas
- Garden Walls
- Fencing
- Services

Electrical Services
- Installations
- Consumer Units
- Fuse boxes
- Re-Wiring

Offering Building Services throughout London

Email: info@rhac.co.uk - Tel: 020 36747909, 07792998973

پیشوا ہومیو کلینک

ادارہ پیشوا کی زیر نگرانی کام کرنے والا پیشوا ہومیو کلینک اپنے قارئین کی صحت کے متعلق مسائل کے حل کے لئے مقررہ اوقات میں مفت مشورہ کی سہولت پیش کر رہا ہے۔ آج ہی فون کر کے مفت مشورہ حاصل کریں یا براہ راست جواب کے لئے ای میل کریں۔ اگر قارئین پیشوا اوقات کے متمنی ہوں تو وقت طے کرنا ضروری ہے۔ (تمام ہومیو ادویات تمام [illegible] موجود ہے)

اوقات کلینک

بروز جمعرات 13.00 PM تا 17.30 PM ۔۔۔ بروز جمعہ 15.30 PM تا 17.30 PM

2. London road , Morden Surrey , SM4 5BQ , U.K

Telephone Number Tel.020.36747909

peshwaltd@gmail.com....www.peshwa.co.uk